168

مدینہ مدینہ

ہدیہ: 40 روپے

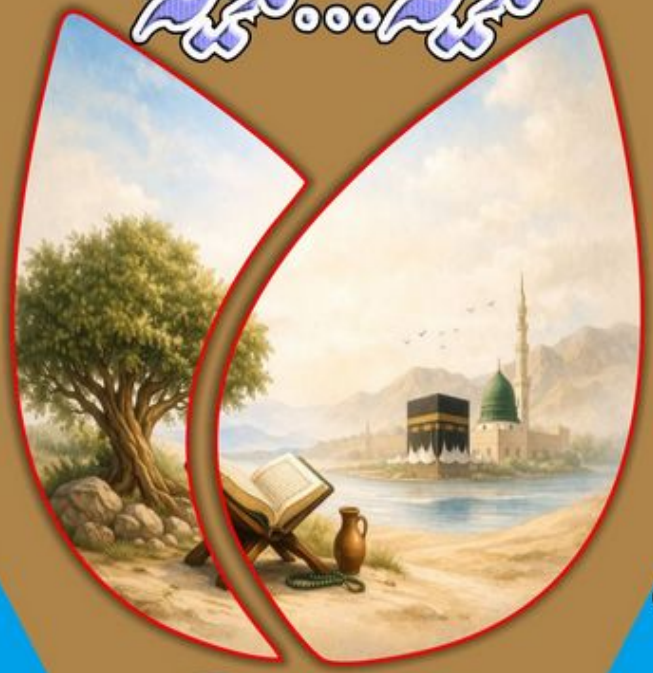


دورہ تزکیہ

اور ایمانی تاثرات

ریاست کی طاقت

مدینہ... مدینہ



ذکر الٰہی...

اللہ کے قرب کا ذریعہ

سنی خاتمہ







نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کیا بتاؤں کہ کیا مدینہ ہے
بس میرا مدعا مدینہ ہے

میرے آقا مجھے بلا لیجئے
مجھ کو بھی دیکھنا مدینہ ہے

دنیا والے تو درد دیتے ہیں
دردِ دل کی دواء مدینہ ہے

اُٹھ کے جاؤں کہاں مدینہ سے
کیا کوئی دوسرا مدینہ ہے

دل میں اب کوئی آرزو ہی نہیں
یا محمد ہے یا مدینہ ہے

اس کی آنکھوں کا نور تو دیکھو
جس کا دیکھا ہوا مدینہ ہے

دل فدا ہے مدینے والے پر
دل منور میرا مدینہ ہے



اللہ تعالیٰ اپنے حبیب حضرت سیدنا و مولانا محمد ﷺ کی اُمت کو ''اسلامی ریاست'' عطاء فرمائیں..... اسلامی ریاست، مسلمانوں کی ریاست جہاں مسلمانوں کو عزت ملے..... حوصلہ ملے .....ٹھکانہ ملے اور اجتماعیت ملے.....

الحمدللہ سب کچھ ہے مگر ریاست نہیں

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے مسلمانوں کے پاس سب کچھ ہے..... مگر یہ سب کچھ..... انہیں دنیا کی بڑی طاقت اس لیے نہیں بنا رہا کہ اُن کے پاس اپنی کوئی ریاست نہیں ہے..... ماشاء اللہ لاکھوں مساجد ہیں..... بے شمار مال و دولت ہے..... دنیا کے ذہین ترین افراد اسلام کی گود میں ہیں..... مدارس ہیں..... جماعتیں ہیں..... جان قربان کرنے والے فدائی ہیں..... پہاڑوں سے ٹکرانے والے جانباز ہیں..... خانقاہیں ہیں..... رفاہی ادارے ہیں..... اہلِ علم ہیں..... اہلِ عمل ہیں..... اہلِ تقویٰ ہیں..... بڑے بڑے سخی ہیں..... آبادی بھی مسلمانوں کی سب سے زیادہ ہے..... ممالک بھی مسلمانوں کے سب سے زیادہ ہیں..... سرمایہ بھی مسلمانوں کے پاس سب سے زیادہ ہے مگر دنیا میں مسلمانوں کی کوئی حیثیت نہیں..... کوئی طاقت نہیں..... کوئی رعب اور دبدبہ نہیں..... بلکہ

انتشار ہی انتشار ہے..... وجہ اس کی یہ ہے کہ مسلمانوں میں..... نہ جہاد ہے نہ اسلامی ریاست..... اسلامی ریاست ہوتی تو وہ صرف مسلمانوں کے لیے سوچتی..... مسلمانوں کو جمع کرتی..... مسلمانوں کو قوت دیتی..... مسلمانوں کو ٹھکانہ دیتی..... مسلمانوں کے مسائل حل کرتی..... اور مسلمانوں کی ایک ناقابل شکست طاقت بناتی.....

ایک تکلیف دہ مثال سے سمجھیں

بات آسان اور سادہ سی ہے..... مگر چونکہ اکثر مسلمانوں کے دل سے آزادی کی اُمنگ ختم ہو چکی ہے..... اور وہ ''بے مقصد'' مقاصد کو اپنی زندگی کا مقصد بنا چکے ہیں..... اس لیے وہ کہیں گے کہ..... اسلامی ریاستیں تو موجود ہیں..... پچاس سے بھی زائد ہیں..... اور اُن کی ایک مشترکہ یونین بھی موجود ہے..... پھر آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ کوئی ''اسلامی ریاست'' موجود نہیں؟..... جواب میں بہت تفصیل لکھنی پڑے گی..... اس لیے ہم اس مسئلے کو ایک ''تکلیف دہ مثال'' کے ذریعے سمجھتے ہیں..... آپ اسرائیل کو دیکھیں..... یہ یہودیوں کی ریاست ہے..... ساری دنیا میں موجود ہر یہودی..... اسرائیل میں آ کر..... وہاں کا شہری بن سکتا ہے..... شرط صرف ایک ہے کہ وہ یہودی ہو..... زبان وہ کوئی بھی بولتا ہو..... عراق کا یہودی عربی بولتا ہے اور اسرائیل کا وزیر ہے..... ایران کا یہودی فارسی بولتا ہے مگر اسرائیل کے لیے اس کے دروازے کھلے ہیں..... پولینڈ کا یہودی پولش زبان بولتا ہے..... جرمنی کا یہودی جرمن..... اور انگلینڈ امریکہ کا یہودی انگریزی بولتا ہے..... مگر اسرائیل میں کسی کی ''وطنیت'' نہیں دیکھی جاتی..... صرف اس کا مذہب دیکھا جاتا ہے..... اسی طرح رنگ وقوم کی بھی کوئی قید نہیں..... ابھی چند سال پہلے اسرائیل نے ایک خفیہ مشن کے ذریعے..... ایتھوپیا کے سیاہ رنگت والے یہودیوں کو اسرائیل منتقل کیا..... انہیں باعزت شہریت دی اور برابری کے حقوق دیئے..... اب گورے ''جرمن یہودی'' اور کالے ''ایتھوپین یہودی'' اسرائیل میں..... برابر کے شہری ہیں..... اسرائیل میں کوئی غیر یہودی نہ صدر بن سکتا ہے..... نہ وزیر اعظم..... نہ ہی آرمی چیف..... انہوں نے ''یہودیت'' کے لیے.....

ایک مرکز بنایا..... ایک ملک بنایا..... ایک طاقت بنائی اور پوری دنیا میں خود کو منوا لیا..... کیا مسلمانوں کے پاس کوئی ایک بھی اس طرز کی حکومت موجود ہے؟..... کیا کسی ملک میں صرف ''اسلام'' کی بنیاد پر آپ کو شہریت مل سکتی ہے؟..... کیا مسلمانوں کی موجودہ ریاستوں کی طاقت صرف مسلمانوں کے لیے ہے؟..... ہماری ریاستیں تو اپنے اپنے خطے، جغرافیے، لسانیت یا وطنی قوم پرستی پر مشتمل ہیں..... ان ریاستوں میں..... ان کی سرحدوں کے باہر کے مسلمانوں کے لیے..... کوئی گنجائش، کوئی عزت یا کوئی اکرام موجود نہیں ہے..... یہ ریاستیں اپنی جغرافیائی حدود کے اندر موجود..... تمام شہریوں کو برابر کے حقوق دیتی ہیں..... خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم..... آج ہندوستان، پاکستان، سوڈان اور ایتھوپیا کا ہر ''یہودی''..... اسرائیل کو اپنی شہریت کی درخواست دے سکتا ہے..... صرف اس بنیاد پر کہ وہ یہودی ہے..... کیا ہندوستان کا کوئی مسلمان..... کسی بھی اسلامی ریاست میں..... اپنے مسلمان ہونے کی بنیاد پر شہریت لے سکتا ہے؟..... مثال آپ کو مل گئی..... اب باریکی سے غور کرتے جائیں تو آپ کا ذہن تسلیم کر لے گا کہ..... ان مسلمان ریاستوں میں اسلام یا مسلمان ہونا..... کوئی شرط نہیں..... ان کے نزدیک ان کی سرحدوں کے اندر کار ہائشی ہونا شرط ہے..... چنانچہ یہ نہ مسلمانوں کے بارے میں سوچتے ہیں..... نہ ان کی کوئی طاقت بناتے ہیں..... نہ ان کو آپس میں جوڑتے ہیں..... اور نہ ہی ان کے درمیان اپنے وسائل کو انصاف کے ساتھ تقسیم کرتے ہیں..... اسی لیے ہر ''یہودی'' مالی طور پر مستحکم ہے..... جبکہ مسلمانوں میں ایسی کوئی ترتیب یا ایسا کوئی انتظام موجود نہیں کہ..... ان کی حالت کو بہتر بنانے کی کوئی فکر کرے.....

تقسیم مزید تقسیم پیدا کرتی ہے

جب ہم نے اپنی اصل شناخت..... یعنی اسلام کو چھوڑ دیا..... اور اپنے اپنے علاقوں اور خطوں کے بن کر رہ گئے تو پھر..... ہر طرح کی تقسیم اور تفریق ہم پر وحشی جانوروں کی طرح ٹوٹ پڑی..... اسلامی شناخت ہمارے ملکوں نے ختم کر دی..... ہم پاکستانی، افغانی، سعودی، ترکی اور انڈونیشین وغیرہ بن گئے..... پھر اس تقسیم نے ہمیں صوبوں میں تقسیم کر دیا..... زبانوں میں تقسیم کر دیا..... قبیلوں

میں تقسیم کر دیا..... حتیٰ کہ خاندانی شاخوں تک میں نفرت والی تقسیم قائم ہوگئی..... اب کوئی پنجابی ہے..... کوئی بلوچ ہے..... کوئی پختون ہے..... کوئی سندھی اور کشمیری ہے..... ہندوستان کے مسلمانوں کی تقسیم اس سے بڑھ کر ہے..... وہ ضلعوں اور شمال و جنوب کی تقسیم تک میں مبتلا ہیں..... عرب ممالک میں بھی یہی حال ہے..... پھر مسلکی تقسیم آ گئی..... پھر ہر مسلک میں کئی مسلک بن گئے..... جب سب کو جوڑنے والی ریاست نہیں ہوتی تو پھر..... یہی کچھ ہوتا ہے..... اور ہر شخص کا ہاتھ دوسرے کے گریبان میں ہوتا ہے..... کاش اسلام اور مسلمانوں کے لیے بھی کوئی ریاست ہوتی..... اور اس میں سب سے بڑی عزت اسلام اور مسلمانوں کی ہوتی..... اور اس کی صرف ایک ہی شناخت ہوتی اسلام، اسلام اور اسلام..... تو نہ صوبائی نفرتیں کھڑی ہوتیں..... نہ لسانی نفرتیں پیدا ہوتیں..... اور نہ مسلکی نفرتوں کو کوئی جگہ ملتی..... ریاست چونکہ اسلام اور مسلمانوں کی ہوتی تو وہ یہ سب کچھ احسن طریقے سے سنبھال لیتی..... حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرمایا کرتے تھے:

''ہم دنیا کی ذلیل ترین قوم تھے..... اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت دی..... اب اگر ہم نے اسلام کے علاوہ کسی چیز میں عزت ڈھونڈی تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دے گا''

ہم اسلامی شناخت کو عزت بنانے سے محروم لوگ..... آج جس ذلت میں ہیں..... اس پر غور کریں تو کلیجہ پھٹتا ہے..... کافروں کے شور شرابے اور رعب داب دیکھنا..... ایک مسلمان کی برداشت سے باہر ہوتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ سچا مسلمان ہو..... آج مسلمانوں کے بڑے بڑے ممالک..... کفار کی انگلیوں پر ناچ رہے ہیں..... وہ مسلمانوں کے خون کے سودے کرتے ہیں..... اور ''کفار'' کو عزت دیتے ہیں..... زیادہ دکھ اُن ریاستوں کا ہے جو..... جہاد کی برکت سے قائم ہوئیں..... اور اُن کی بنیادوں میں لاکھوں شہداء کا خون ہے..... مگر وہ بھی..... اسلام کو اپنی شناخت اور مسلمان کو اپنی قومیت بنانے کی بجائے..... اپنی علاقائی اور قومی شناخت میں ڈوبتی جا رہی ہیں..... معلوم نہیں..... ایک مسلمان اس حقیقت کو کیوں بھول جاتا ہے کہ..... جب وہ مرے گا..... اور ضرور مرے گا تو قبر میں..... یہ جملہ کام نہیں آئے گا کہ..... میں شامی ہوں..... میں

پاکستانی ہوں..... میں افغانی ہوں..... میں قطری ہوں..... وہاں تو دین پوچھا جائے گا..... اور اسی کی بنیاد پر ہمیشہ ہمیشہ کی راحت یا عذاب کے فیصلے ہوں گے.....

اللہ تعالیٰ کے نبی..... ہمارے رہبر و محسن اور آقا حضرت محمد ﷺ جس قوم پرستی..... اور عصبیت سے مسلمانوں کو..... رو رو کر روکتے رہے..... آج بڑے فخر سے..... ہر کوئی اسی میں گرتا جا رہا ہے..... حالانکہ سب اولادِ آدم ہیں..... اور کسی کو بھی کسی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے..... مال کے پجاری..... مال کی بنیاد پر عزت و ذلت سوچتے ہیں..... جبکہ قومیت کے پجاری..... صرف کسی زبان یا کسی علاقے میں رہنے کی بنیاد پر عزت و ذلت کے فیصلے کرتے ہیں..... آج کے زمانے میں وہی مسلمان..... حضرت محمد ﷺ کا سچا اُمتی ہوگا جو..... اسلام کو ہی اپنی عزت اور شناخت بنائے گا..... اور مسلمان ہونے کو ہی سب سے بڑی سعادت اور عزت سمجھے گا..... دین برحق ہے..... باقی سب کچھ فانی ہے.....

ابھی پچھلے سو سال میں رامپور اور ٹونک کے پٹھان..... کراچی میں مہاجر بنے بیٹھے ہیں..... لکھنؤ کے اردو دان پشاور کے پٹھان بن گئے ہیں..... کتنے عربی بلوچ..... اور کتنے بلوچ عربی ہو گئے ہیں..... یہ فانی چیزیں ہیں ان میں فخر تلاش کرنے والے..... دین کے نور سے محروم ہو جاتے ہیں.....

خلافت کیوں نہیں لکھا؟

کچھ جذباتی لوگ کہہ سکتے ہیں کہ..... آپ بار بار ''اسلامی ریاست'' لکھ رہے ہیں..... جبکہ آپ کو ''خلافت'' کا لفظ لکھنا چاہیے تھا..... ہاں یہ بات درست ہے کہ ''خلافت'' کا لفظ ہی اصل ہے..... مگر اس زمانے میں..... لفظ ''خلافت'' پر ڈاکو پڑ گئے ہیں..... اور ان ڈاکوؤں میں ''بُعد المشرقین'' ہے..... یعنی کچھ ڈاکو دریا کے ایک کنارے پر بیٹھے ہیں..... اور کچھ دوسرے کنارے پر..... ایک طرف کے ڈاکو..... خلافت خلافت کرتے ہیں..... جمہوریت کو کفر کہتے ہیں..... مگر ''جہاد فی سبیل اللہ'' کو ناممکن سمجھتے ہیں..... نہ اس کی دعوت دیتے ہیں..... نہ اس کی تیاری کرتے ہیں..... انہوں

نے اسے آخری مرحلہ قرار دے کر..... خود کو اس سے محروم کر دیا ہے..... حالانکہ خلافت اور جہاد فی سبیل اللہ لازم ملزوم ہیں..... ایک صاحب فرمایا کرتے تھے..... اور درست فرماتے تھے کہ..... جہاد کے بغیر خلافت کی تمنا ایسے ہے جیسے بغیر شادی کے اولاد کی تمنا کرنا.....

اللہ تعالیٰ اس ڈاکو گروہ سے مسلمانوں کی..... اور لفظ ''خلافت'' کی حفاظت فرمائے.....

''خلافت'' پر حملہ آور دوسرے ڈاکو..... دریا کے دوسرے کنارے پر ہیں..... وہ کہتے ہیں کہ بس ''خلیفہ'' ایک ہو..... اور باقی سب جو اس کو نہ مانیں..... وہ واجب القتل ہیں.....

''نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَۃِ السُّفَھَاءِ''

اللہ تعالیٰ ان بے وقوف لوگوں کے فتنے سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے..... ان کو اگر قرآن وسنت کی سمجھ نہیں ہے تو کم از کم..... ماضی کے حالات ہی دیکھ لیتے..... ایک ہی زمانے میں شام و فلسطین پر حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی..... اور اندلس و مراکش پر حضرت یعقوب المنصور رحمۃ اللہ علیہ کی..... اور برصغیر پر حضرت شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ کی..... اسلامی ریاستیں قائم تھیں..... پوری دنیا کے لیے ''ایک خلیفہ کو'' برحق..... اور باقی سب کو ''باغی'' کہنے والے..... ان تین حضرات میں سے کس کو باغی قرار دیں گے؟..... ہمیں تو آج کے زمانے میں..... دنیا کے تین علاقوں میں ان تین حضرات جیسے..... مسلمان حاکم مل جائیں تو ہم..... اپنی ہر دعاء..... اور ہر خیر خواہی اُن کے لیے وقف کر دیں..... اور اپنے بچوں کی جگہ بھی اُن کے لیے دعاء کریں..... اور اسے اپنی سعادت سمجھیں..... اللہ کے بندو! خلافت کا مسئلہ درست سمجھنے کی کوشش کرو..... اور مسلمانوں کا ایک خلیفہ والے سچے دعوے کو اس کی اصل حقیقت اور ماہیت میں سمجھو..... یہاں شام اور عراق کے کچھ علاقوں میں..... ایک صاحب نے ''خلافت'' کا اعلان کیا..... انہوں نے نہ..... باقی مسلمان حکمرانوں کو مارنے کا حکم دیا..... اور نہ یہ دعویٰ کیا کہ میں ہی مسلمانوں کا واحد خلیفہ ہوں..... مگر اُن کے ماننے والوں نے پوری دنیا میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا دیں..... اتنا تو سوچ لیتے کہ خلیفہ کے لیے لازمی شرط یہ ہے کہ..... اس کا اقتدار اور اس کی حکومت پورے

علاقے پر قائم ہو..... اس کی رٹ ہر جگہ چلتی ہو..... اس کے پاس اپنے احکامات کو نافذ کرنے کی طاقت ہو..... یہاں تو یہ حالت بن گئی ہے کہ نورستان یا کنڑ سے..... اور کبھی کبھار انگلینڈ یا فرانس سے کوئی چھپ کر..... خلافت کا دعویٰ کرتا ہے..... اور لوگ اس کے لیے دوسرے مسلمانوں کو مارنا دھاڑنا شروع کر دیتے ہیں..... ارے مسلمانوں کا خلیفہ تو وہ ہوتا ہے..... جس کا حکم زمین، دریا اور ہوائیں تک مانتی ہیں..... جبکہ آج کے یہ ''خلیفہ'' کسی پولیس ناکے سے بھی نہیں گزر سکتے ..... بڑے خلفاء کے قصے تو آپ نے بہت سنے ہوں گے..... خلافتِ عثمانیہ کے آخری گئے گزرے دور میں خلیفہ عبد المجید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں..... پیرس میں حضرت آقا محمد مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی پر مبنی ایک فلم چلانے کا اعلان ہوا تو خلیفہ نے دھمکی دی کہ میں ساری سلطنت کی طاقت لے کر تم پر ٹوٹ پڑوں گا..... اور ساتھ ہی جنگ کی تیاری کا حکم بھی اپنے ''زیرِ حکومت'' علاقوں میں جاری کر دیا..... فرانس کی حکومت کانپ گئی..... اور وہ گستاخانہ تقریب منسوخ کرنے پر مجبور ہوئی..... خلیفہ تو ایسا ہوتا ہے..... تم لوگوں نے جن کو ''خلیفہ'' قرار دے کر..... مسلمانوں کی قتل و غارت شروع کر رکھی ہے..... اُن کا نظام، اُن کی حکومت اور اُن کی رٹ کہاں چلتی ہے؟..... سوشل میڈیا پر کئی نام نہاد مفکرین کو دیکھا کہ وہ ہماری جہادی تنظیموں پر بھی اعتراضات کرتے ہیں کہ..... ان کے پاس کوئی خلیفہ نہیں..... کوئی ''منہج'' نہیں..... اللہ کے بندو..... ہمارے پاس تو آیاتِ جہاد سے تیار شدہ ''منہج''، ''فتح الجواد'' موجود ہے..... تمہارے پاس کیا ہے؟ سوائے فضول باتوں اور نفرت انگیز پروپیگنڈے کے.....

کیا لفظ خلافت چھوڑ دیں؟

''خلافت'' کے پیارے لفظ پر ڈاکو پڑ گئے تو کیا اس کی وجہ سے ہم اس لفظ کو چھوڑ دیں؟..... جہاد کے لفظ پر بھی تو ڈاکو پڑے ہوئے ہیں..... آپ نے وہ تو نہیں چھوڑا..... پھر خلافت کی جگہ ''ریاست'' کیوں لے آئے؟.....

یہ سوال بجا ہے..... بس فرق یہ ہے کہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' اسلام کے بنیادی فرائض میں سے

ایک فریضہ ہے.....جس کا انکار.....کفر ہے.....اس لیے ''جہاد'' کا لفظ چھوڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا.....باقی رہا ''خلافت'' تو وہ بھی ہمیں جان سے بڑھ کر عزیز ہے.....مگر پوری بات ایک مضمون میں نہیں سمجھائی جا سکتی..... اس لیے موجودہ زمانے میں جو صورتحال ہے اس میں ''ریاست'' کا لفظ زیادہ موزوں لگا.....

اللہ کرے.....مسلمانوں کو مختلف جگہوں پر..... دو تین اسلامی ریاستیں ہی نصیب ہو جائیں تو پھر..... یہ ریاستیں خود ہی خلافت کا راستہ ہموار کریں گی..... اور نہ بھی کر سکیں تو بھی.....اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک ''سہارا''، ایک حوصلہ اور ایک قوت ہوں گی.....اور اصل خلافت..... علیٰ منہاج النبوۃ.....حضرت امام محمد بن عبداللہ المہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ کر قائم کر دیں گے ان شاء اللہ.....

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے پچھلے چند سالوں میں.....کئی نقلی ''مہدی'' کھڑے ہو گئے ہیں.....لاہور سے ایک گنجے سر کا ڈاڑھی منڈا سوشل میڈیا پر دانت نکال کر.....خود کو مہدی کہتا ہے.....ایسا مہدی جو حکمرانوں کو ٹیکس دیتا ہے.....غیر ملک جائے تو کافروں کو ٹیکس دیتا ہے.....جبکہ اصل امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ رعب اور دبدبہ ہوگا کہ.....اُن کے لشکروں کے نعروں سے شہروں کے قلعے گر جایا کریں گے.....

خلاصۂ کلام

بس ایک دردِ دل.....عرض کرنا تھا جو اس کالم کے شروع میں عرض کر دیا.....تاکہ مسلمانوں میں اُمید اور اُمنگ زندہ رہے..... اور ہر کوئی ''کافرانہ نظام'' کا لقمہ نہ بنتا جائے.....اس ''اسلامی ریاست'' کے لیے.....دعاء کرنا چاہیے..... ہمارے آج کے مسلمان حکمران..... اگر ہمت کر کے.....اپنے ملکوں کو اسلامی ریاست بنالیں تو ہم ان کے پاؤں دھو کر پینے کے لیے تیار ہیں.....

مگر فی الحال یہ اتنا احسان اپنے اوپر اور اپنی قبروں پر ضرور کریں کہ.....اپنی حکومتوں کو اسلامی ریاست یا ریاستِ مدینہ کا نام نہ دیں..... اسلامی ریاست جہاد فی سبیل اللہ سے قائم ہوتی ہے..... تو ہر مسلمان خود کو جہاد سے جوڑے..... جہاد کو سمجھے.....اپنائے.....اور اس کی تیاری

کرے.....اور کسی بھی جذباتی نعرے کا شکار ہو کر.....مسلمانوں کی آپس کی لڑائی میں نہ پڑے.....

الحمدللہ مایوسی کی کوئی بات نہیں.....اسلام موجود ہے.....اور یہ غالب ہونے کے لیے آیا ہے.....

جب ہم اس نعمت کے قابل ہو جائیں گے تو اسے ظاہری غلبہ بھی مل جائے گا.....اور الحمدللہ اس کا آغاز ہو چکا ہے.....مجاہدین حماس نہ ہوتے تو آج ''مشرقِ وسطیٰ'' اسرائیل کے قبضے میں ہوتا.....

مجاہدین کشمیر نہ ہوتے تو انڈیا کی سرحدیں افغانستان سے مل رہی ہوتیں.....جہاد اپنے مقاصد دے رہا ہے.....ضرورت ہے.....استقامت کی.....مضبوطی کی.....صبر کی اور لگے رہنے کی.....

وہ دینی طبقہ جو تیزی سے ''دنیا پرستی'' کی طرف گر رہا ہے.....اُن سے متاثر نہ ہوں.....ایسے لوگ ہر زمانے کی جھاگ ہوتے ہیں.....اُچھلتے ہیں، ناچتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں.....

یا اللہ دین پر، جہاد پر استقامت کا سوال ہے.....

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا كَثِیْرًا

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ





قرآن کے سائے میں

سورۃ البقرۃ (آیت ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

ترجمہ: اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت، اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔

خلاصہ: (۱) پہلے تو ان کا ذکر تھا جنہوں نے صبر کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا یعنی شہداء اب فرماتے ہیں کہ تمہارا علی العموم تھوڑی تکلیف اور مصیبت میں وقتاً فوقتاً امتحان لیا جائے گا اور تمہارے صبر کو دیکھا جائے گا، صابرین میں داخل ہونا کچھ سہل (آسان) نہیں اسی واسطے پہلے سے متنبہ فرمادیا۔ (تفسیر عثمانی)

(۲) پہلے جہاد کی طرف اشارہ ہوا پھر شہادت کی فضیلت بیان ہوئی اب بتایا جارہا ہے کہ جہاد و شہادت کا راستہ کچھ آسان نہیں اس میں تکلیفیں اور آزمائشیں آتی ہیں پھر جو لوگ صبر کرتے ہیں اور ڈٹے رہتے ہیں تو ان کے لئے خصوصی بشارتیں، رحمتیں اور ہدایت ہے۔

(۳) اہل حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائے جاتے ہیں، یہ آزمائشیں ان پر بطور عذاب الٰہی کے نہیں ہوتیں بلکہ ان کے درجات اور مقامات کی بلندی کے لئے ہوتی ہیں اس لئے ان کو مصیبت میں دیکھ کر باطل پرست لوگ خود کو حق پر نہ سمجھنا شروع کردیں۔

حوالے: (۱) والخطاب عام لسائر المؤمنين وقيل للصحابة فقط وقيل لاهل مكة فقط (روح المعانی) ولنبلونكم میں خطاب عام ہے تمام مسلمانوں کے لئے۔ بعض کے نزدیک یہ

خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے اور بعض کے نزدیک اہل مکہ سے۔(پہلا قول راجح ہے)

(۲)ان هذه المحن لا يجب ان تكون عقوبات لانه تعالیٰ وعد بها المومنين من الرسول واصحابه۔ان هذه المحن اذا قارنها الصبر افادت درجة عالية فی الدين (تفسیر کبیر) یہ تکلیفیں ضروری نہیں کہ بطور عذاب ہوں کیونکہ ان کا وعدہ تو اللہ پاک نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ سے کیا ہے اور جب ان تکلیفوں کے ساتھ صبر مل جاتا ہے تو یہ دینی درجات کی بلندی کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

(۳)من الخوف ای خوف العدو والفزع فی القتال قاله ابن عباس (قرطبی) ہم تمہیں کچھ خوف کے ذریعہ آزمائیں گے خوف سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک جہاد کے دوران کی گھبراہٹ اور دشمن کا خوف ہے۔

(۴)ونقص من الاموال بسبب الاشتغال بقتال الكفار (قرطبی) اور اموال کی کمی سے مراد وہ مالی نقصان ہے جو کافروں کے خلاف جہاد میں مشغول ہونے کے باعث مسلمانوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔

(۵)والانفس قال ابن عباس : بالقتل والموت فی الجهاد (قرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (جان کے نقصان سے مراد) جہاد میں قتل ہونا اور انتقال کرنا ہے۔

مماثل آیات:

اہل ایمان کو آزمایا جاتا ہے یہ مضمون درج ذیل آیات میں بھی بیان ہوا ہے۔

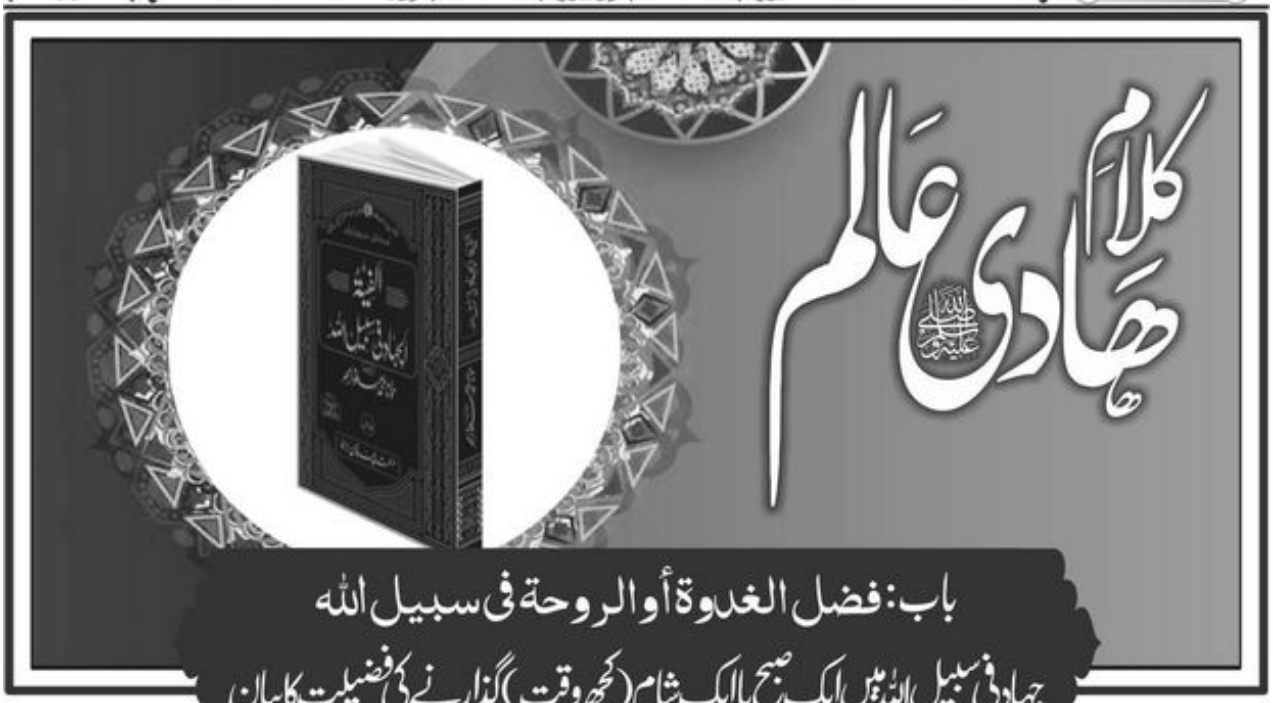
البقرہ: ۲۱۴۔۲۴۹۔آل عمران: ۱۴۱۔۱۴۲۔۱۴۶۔۱۵۴۔۱۸۶۔۱۹۵۔التوبہ: ۱۶۔العنکبوت: ۲۔۳۔الاحزاب: ۱۱۔محمد: ۳۱۔

ملتی جلتی آیات:

اس عنوان سے ملتی جلتی چند آیات درجہ ذیل ہیں:

العنکبوت: ۱۰۔الحج: ۱۱۔

دعاء: صبر کرنا، مشکل حالات میں دین اور جہاد پر ڈٹے رہنا، ناموافق ماحول میں اسلامی نظریات پر جمے رہنا بہت مشکل ہے۔ یا اللہ ہمارے ساتھ عافیت کا معاملہ فرما اور صبر و استقامت کو ہمارے لئے آسان بنا۔(آمین یارب العلمین)



باب: فضل الغدوة أو الروحة فی سبیل الله

جہاد فی سبیل اللہ میں ایک صبح یا ایک شام (کچھ وقت) گذارنے کی فضیلت کا بیان

۱ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ

قد أخرجه أبوداؤد و الحاكم فی المستدرك و ابن جارود فی المنتقی۔

[سنن أبي داؤد: ۲۴۸۷ ، المستدرك: ۲۳۹۹ وقال: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه، والمنتقی: ۱۰۳۹]

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جہاد سے واپس لوٹنا (فضیلت اور ثواب میں) ایسے ہے جیسے جہاد کے لیے جانا۔"

۲ عَنْ أَبِی رَیْحَانَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، یَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَقُوْلُ: حُرِّمَتْ عَیْنٌ عَلَی النَّارِ سَهِرَتْ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ

أخرجه النسائی و أحمد و اللفظ للنسائی۔

[سنن النسائی، رقم الحدیث: ۳۱۱۴، ومسند أحمد، رقم الحدیث: ۱۷۲۱۳]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"وہ آنکھ آگ پر حرام کر دی گئی ہے جو جہاد میں رات کو جاگے۔"



جہاد اور اخلاق کے موضوع پر مضمون میں عالم المغرب قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق اور منفرد مستند تصنیف ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ'' سے ایک جملہ نقل کیا تھا جسے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حوالے سے بطور حدیث ذکر کیا ہے۔اس پر بعض احباب نے متوجہ کیا کہ یہ جملہ محققین کے ہاں حدیث تسلیم نہیں کیا گیا۔تحقیق کرنے پر یہ بات درست معلوم ہوئی اس لئے ضروری سمجھا کہ وضاحت کر دی جائے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں بلاد مغرب کے سب سے بڑے عالم اور قاضی شمار کئے جاتے ہیں۔ان کے بارے میں یہ مقولہ مشہور ہے''لولاہ لم یعرف المغرب''(اگر وہ نہ ہوتے تو ان کے علاقہ کا تعارف ہی نہ ہوتا)

وہ حدیث اور عقیدہ کے علوم میں امام مانے گئے۔صحیح مسلم کے شارح ہیں اور اس کے علاوہ عقیدہ اور حدیث کے موضوع پر ان کی متعدد تصانیف معروف ہیں۔لیکن ان کی جو کتاب ان کی حقیقی وجہ شہرت بنی وہ سیرت رسول ﷺ کے موضوع پر اپنی طرز کی منفرد اور انیلی کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ'' ہے۔بلاشبہ سیرت کے موضوع پر ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی لیکن الشفاء اپنے اچھوتے انداز اور منفرد موضوع کی بناء پر ان سب میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام کبیر نے اس کتاب کی احادیث کی تخریج کی ہے اور دیگر کئی اہل علم نے اس کی شروحات تصنیف کی ہیں۔

اس کتاب میں قاضی صاحب نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حوالے سے ایک

طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے اپنی سیرت مبارکہ کے متعدد پہلو خود بیان فرمائے ہیں اور اس کے اختتامی الفاظ ''والجهاد خلقی'' ذکر کئے گئے ہیں۔

بندہ کو اس کتاب کا تعارف دراصل اسی حدیث کے ذریعے ہوا۔ مسجد نبوی کی لائبریری میں ایک رسالہ دیکھا تھا جس کا عنوان الشفاء کی اسی حدیث سے متعلق تھا۔ فاضل مصنف نے بڑے تحقیقی انداز میں یہ ثابت کیا کہ یہ روایت اگرچہ ان الفاظ اور اس ترتیب کے ساتھ اصول حدیث کی رو سے ثابت نہیں لیکن یہ تمام جملے اور مکمل مضمون قرآن وحدیث سے مؤید ہے اور یہ بات معناً درست اور ثابت ہے۔ پھر انہوں نے روایت کے ہر جملے کو لے کر اس کے متابعات وشواہد کا ذکر تفصیل سے کیا۔ بندہ کو اسی رسالے سے حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب الشفاء کا تعارف ہوا۔ واپس آ کر یہ کتاب لی اور اس کے مکمل مطالعہ کی سعادت حاصل کی۔ طلبہ کو ہمیشہ اس کتاب کے مطالعہ کی تاکید بھی کرتا رہتا ہوں۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کے پیش نظر یہ بات نقل بھی کر دی گئی لیکن جہاد فی سبیل اللہ جیسا موضوع جس پر قرآن مجید کی سینکڑوں آیات اور نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہیں، جس کے مسائل، فضائل، مراحل اور متعلقات پر یقینی نصوص کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے جو احکام دینیہ میں شاید ہی کسی حکم سے متعلق اتنی بڑی تعداد میں وارد ہوا ہو اس کے کسی مسئلے کے اثبات یا اس پر وارد ہونے والے کسی سوال کے جواب کے لئے موضوع یا ضعیف احادیث سے استدلال کی حاجت نہیں۔ یہ محتاجی تو جہاد فی سبیل اللہ سے متعلق وساوس، شبہات، باطل تاویلات یا جان چھڑانے کے حیلے گھڑنے والوں کو ہے کہ انہیں ایسے استدلال کے لیے ہمیشہ ایسی کمزور باتوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ، قتال فی سبیل اللہ کے اسلامی اخلاق کا حصہ ہونے بلکہ اسلامی اخلاق کا ایک نمایاں ترین پہلو ہونے کا مسئلہ بھی الحمدللہ شرعاً، عقلاً، روایتاً، درایتاً اس قدر واضح اور محکم ہے کہ اس کا انکار یا اس کے بارے میں شک وشبہ صرف اس ذہن میں آسکتا ہے جو یا تو نصوص شرعیہ اور اسلام کے مزاج سے ناواقف اور جاہل ہو یا پھر منافقین کی طرح جہاد فی سبیل اللہ کے انکار اور اس سے

پہلوتہی کے مرض میں مبتلا ہو۔ اسلام میں اخلاق کا معاملہ بالکل سادہ، واضح اور آسان ہے۔ ہر وہ عادت جو اللہ و رسول کے ہاں پسندیدہ ہو۔ ہر وہ عمل جس کے کرنے کا اللہ و رسول کی طرف سے حکم ہو، جس کام کو اپنانے کی ترغیب دی گئی ہو اور جس صفت سے محرومی پر ملامت کی گئی ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے جس عمل کو اختیار فرمایا ہو وہ ''اخلاق'' کا حصہ ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے عمل کو اسی معیار پر رکھ کر دیکھ لیا جائے۔ قرآن و حدیث میں اس کی ترغیب کس درجہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں عمل جہاد کی پسندیدگی کا کیا عالم ہے۔ جہاد کا ایک ایک جزو اور اس میں پیش آنے والی ہر ہر صورت کے بارے میں اللہ و رسول کے کیا فرامین ہیں۔

اللہ تعالیٰ محسنین سے محبت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ صابرین سے محبت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شاکرین کو پسند فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ متوکلین سے محبت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تائبین توابین سے محبت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قانتین، خاشعین، خاضعین، ذاکرین کو پسند فرماتے ہیں۔

تو یہ سب اعمال اخلاق ہو گئے۔ اس میں نہ کوئی شک ہے نہ کوئی سوال۔

اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بند ہو کر لڑنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تیر چلانے والے سے محبت فرماتے ہیں۔

تلوار اٹھانے والے کو جنت کی ضمانت دیتے ہیں۔

گھوڑا پالنے کا حکم فرماتے ہیں۔

گردنیں اڑانے، خون بہانے، قیدی بنانے کا حکم فرماتے ہیں۔

تو یہ سب اخلاق کیوں نہیں ہے؟

آپ ﷺ کی صفت ''الضحوك'' (مسکرانے والا) آپ کا خلق ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاق مبارکہ کا حصہ ہے۔ آپ ﷺ کی ایک مسکراہٹ پر سارا عالم قربان۔

پھر آپ ﷺ کی صفت ''القتّال'' کے اخلاق ہونے پر سوال کیوں؟

ایک ہی جملے میں بیان ہونے والی ایک بات سے متعلق اصول الگ اور دوسری سے متعلق زاویہ فکر جدا؟

اس لیے جہاد وقتال سے متعلق ایسا جملہ اختراع کرنا اور ایسے کلمات کا تکلم کرنا ہی جن سے ان کی اخلاق سے منافات اور تضاد کا تاثر ابھرتا ہو بجائے خود ایک غلط بات ہے اور معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کے ایک ایسے عمل کی ایک گونہ توہین ہے جس میں آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا ایک طویل زمانہ صرف ہوا۔ ایک ایسا عمل جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے، اپنے صحابہ کرام کے لیے، اپنی امت کے لیے پسند فرمایا۔ یہ سوال یا یہ جملہ اس عمل کی اخلاقی حیثیت پر سوال اٹھانے جیسا ہے۔ کیا یہ عمل کسی مسلمان کے لیے درست ہوسکتا ہے؟

اس لیے اصولاً اس جملے ''الجهاد خلقي'' کو حدیث نہ کہا جائے تب بھی جہاد فی سبیل اللہ کی اخلاقی شان پر کوئی حرف نہیں آتا اور یہ سوال کہ جہاد یا اخلاق؟ غلط ہی رہتا ہے۔ جہاد اسلام کا، رسول اللہ ﷺ کا، آپ ﷺ کے خلفا اور صحابہ کرام کا اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا اخلاق ہے اور انہی کے اخلاق کو مکمل اپنانے میں ہی ہر مسلمان کی کامیابی ہے۔

۲۷

پیغامِ نبوی ﷺ





مفتی محمد منصور احمد

اسلام کا معنیٰ ہی تسلیم یعنی مان لینا ہے!

لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ (صحیح بخاری:۹۰۰)

"اللہ کی بندیوں کو مسجدوں سے نہ روکو!"

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی صبح اور عشاء کی نماز مسجد میں پڑھنے کیلئے جاتی تھیں، ان سے یہ کہا گیا: کہ آپ گھر سے کیوں نکلتی ہیں، حالانکہ آپ جانتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات ناپسند ہے اور انہیں اس پر سخت غیرت آتی ہے؟! انہوں نے جواب دیا: وہ خود مجھے منع کیوں نہیں کرتے؟

لوگوں نے کہا: انہیں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان روک دیتا ہے کہ: اللہ کی بندیوں کو مسجدوں سے نہ روکو!

☆ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا بات ہے، جو نبی کریم ﷺ کے فرمان کو اپنی خواہش پر مقدم رکھتے ہیں!

☆ ایمان والے کی یہی شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کی خواہش کرے اور اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے برعکس ہو تو وہ اپنی خواہش کو چھوڑ کر اللہ کے حکم کے سامنے سر جھکا لیتا ہے اور اسی کی فرمانبرداری کرتا ہے!

☆ کوئی عورت یہ چاہتی ہے کہ وہ خود کو سنوار کر، بے پردہ ہو کر نکلے اور لوگوں کو آزمائش میں ڈالے، لیکن پردہ اور حجاب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور ایمان والی اللہ تعالیٰ کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھتی ہے نہ کہ اپنی خواہشات کو!

☆ ہر مرد کو عورتوں کی طرف رغبت ہوتی ہے، لیکن پاکدامنی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور ایمان والا اللہ تعالیٰ کے حکم پر مرمٹتا ہے، نہ کہ اپنی خواہشات پر!

☆ اسلام کا نام تسلیم یعنی مان لینے ہی سے نکلا ہوا ہے!

☆ ہم ایک کام کرنا چاہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ دوسرا کام پسند کرتا ہے، ایسی صورت میں ایمان والے اللہ تعالیٰ کے حکم پر سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں!

ملحوظہ: بعد ازاں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیگر نصوص کی روشنی میں عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا تھا۔ (دیکھیں! صحیح بخاری، کتاب الأذان: ۸۶۹)

مشترکہ مال کی چوری تمام لوگوں کے مال کی چوری ہوتی ہے!

إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي غَلَّهَا لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا (سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۲۵۳)

یقیناً جو چادر اس نے خیانت کے طور پر اپنے پاس رکھی ہے وہ آگ کو اس کی طرف متوجہ کر رہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام "مدعم" تھا، وہ فتح خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک تھا، واپسی میں غلطی سے کوئی تیر اسے آلگا اور وہ فوت ہو گیا، لوگوں نے کہا: اسے شہادت مبارک ہو!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً جو چادر اس نے خیانت کے طور پر اپنے پاس رکھی ہے وہ آگ کو اس کی طرف متوجہ کر رہی ہے۔

☆ لوگوں کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ کسی متعین آدمی کا مال نہ چرائیں، لیکن وہ مشترکہ مال کو ہلکا سمجھتے ہیں، حالانکہ مشترکہ مال کی چوری تمام لوگوں کے مال کی چوری ہوتی ہے!

☆ عوامی پارکوں کے اندر لگے بنچوں کو توڑنے کا مطلب ساری عوام کے بنچ توڑنا ہے، عوامی لائبریری سے کوئی کتاب اٹھا لینا تمام لوگوں کی کتابیں چرا لینے کی طرح ہے!

☆ معاہدات میں طے شدہ اتفاقی شرائط کے برعکس راستے اور پل بنانا ان تمام لوگوں سے دھوکہ ہے جو ان راستوں اور پلوں پر سے گذرتے ہیں!

☆ اللہ تعالیٰ ہر اس گناہ کے بارے میں رحم فرما سکتے ہیں جو اس کے اپنے حق سے متعلق ہے!

☆ لیکن لوگوں کے حق میں ہونے والے ہر گناہ کے بارے میں وہ عدل ہی فرمائے گا!

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں!

لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا (صحیح بخاری: ۳۵۱)

تو اس کی دوسری ساتھی کو چاہیے کہ وہ اسے اپنی چادر دے دے!

نبی کریم ﷺ عورتوں کو عید کی نماز میں شامل ہونے کا حکم فرماتے تھے، یہاں تک کہ کچھ عورتیں ماہواری کے دوران بھی عید گاہ آتیں اور صفوں کے آخر میں کھڑے ہو جاتیں، البتہ وہ نماز نہیں پڑھتی تھیں، ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کچھ خواتین ایسی ہیں جن کے پاس بڑی چادر نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی کے پاس اوڑھنے کیلئے چادر نہیں تو اس کی دوسری ساتھی کو چاہیے کہ وہ اسے اپنی چادر دے دے!

☆ اچھے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کریں، نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں، لوگ ایک دوسرے کی مدد ہی کیلئے بنائے گئے ہیں!

☆ جس پڑوسی کا گھر جل گیا، دوسرے پڑوسیوں کو چاہیے کہ اسے اپنے اپنے گھر کے سامان میں سے کچھ نہ کچھ پیش کریں، تھوڑا تھوڑا مل کر بہت زیادہ ہو جاتا ہے، چھڑیوں کا بنڈل ایک ایک چھڑی ہی سے مل کر بنتا ہے!

☆ کبھی کسی پڑوسی کے ہاں خوشی یا غم کا موقع ہو اور اس کا گھر چھوٹا ہو، اس کیلئے اپنے گھر کے دروازے کھول دیں، اس کی خوشی میں شریک ہو جائیں اور اس کی غمگساری کریں!

☆ کبھی کبھار آپ کی سہیلی کے ہاں کوئی تقریب ہوتی ہے اور اس کے پاس پہننے کیلئے مناسب کپڑے نہیں ہوتے، آگے بڑھ کر اپنے کپڑے اسے پیش کریں، پہننے کیلئے دے دیں اور پھر واپسی طلب نگاہوں سے اسے نہ دیکھیں!

☆ کبھی آپ کا دوست کسی سبجیکٹ میں ناکام ہو جاتا ہے، آپ اس میں مہارت رکھتے ہیں تو اپنے دوست کی مدد کریں!

☆ کبھی آپ کے دوست کا کوئی جائز منصوبہ اس کیلئے مشکل ہو جاتا ہے تو آپ اس کے ساتھ تعاون کریں!

☆ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہیں، اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبت اس سے ہے جو اس کے کنبے کیلئے زیادہ فائدہ مند ہے! (شعب الإیمان، بیھقی: ۲۵۲۸/۶)





اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا وہ بھی عرش پر فرشتوں میں۔"

جس انسان کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہتی ہے وہی انسان کامیاب ہے، اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑا دنیا میں کوئی کام نہیں، اللہ کا نام سب سے بڑا ہے۔ ذکر الٰہی کے احادیث میں بڑے فوائد اور فضائل بیان کئے گئے، اسی طرح علماء مشائخ اور بزرگان دین نے بھی ذکر الٰہی کی فضیلت کو انتہائی خشوع کے ساتھ بیان کیا ہے، ذکر کرنے والے کی مثال زندہ جیسی ہے اور نہ کرنے والے کی مردہ جیسی ہے، ذکر صرف زبان سے چند کلمات دہرا لینے کا نام نہیں بلکہ دل، زبان اور اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے کا نام ہے۔

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو"

سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے ہمارے رب تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے آپ کی، آپ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے"

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اور کثرت سے یاد کرنے والے اور ذکر کرنے والے ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب

تیار کر رکھا ہے"

سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر بجالاؤ اور ناشکری نہ کرو"

ذکر الٰہی سے روگردانی کرنے والوں کے لیے قرآن مجید میں سخت وعید فرمائی گئی ہے۔ اسی طرح سورۃ الزخرف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اور جو رحمن کے ذکر سے غافل ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان متعین کرتے ہیں کہ وہ اس کا ساتھی رہے"

احادیث مبارکہ میں بھی ذکر کی بے شمار فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! شریعت کے احکام میرے اوپر کثرت سے لازم ہو گئے ہیں۔ پس مجھے کوئی ایسی شے بتائیں جس سے میں چمٹ جاؤں اور اسے لازم پکڑ لوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے۔ (ترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کے ذکر سے زیادہ عذاب الٰہی سے بچانے والی اور کوئی شے نہیں ہے" (ترمذی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دن اور ہر رات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کوئی احسان اور کوئی صدقہ فرماتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی پر اس سے بڑا احسان نہیں کیا جتنا بڑا احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے ذکر کی توفیق عطاء فرمادے۔ (الدعاء للطبرانی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص میرے ذکر میں مصروفیت کی وجہ سے مجھ سے مانگ نہ سکا تو میں اسے وہ نعمتیں عطاء فرماتا ہوں کہ وہ سارے مانگنے والے لوگوں سے بڑھ کر ہوتی ہیں (شعب الایمان)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدم کا بیٹا جو وقت بھی گزارتا ہے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا، وہ قیامت کے دن اس کے لیے حسرت کا باعث ہوگا۔ (شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے راستے پر چل رہے تھے تو ایک پہاڑ کے پاس سے گزرے، جسے جمدان کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چلو اس جمدان پر، بے شک مفردون سبقت لے گئے۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والی عورتیں (مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کثرت سے ذکر کرتا ہے اللہ اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے (الترغیب)

حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سے مجاہد کو سب سے زیادہ اجر ملتا ہے؟ فرمایا: جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے۔ اس نے پھر عرض کی کس روزے دار کو زیادہ اجر ملتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذکر کرنے والے کو۔ پھر اس نے نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر سوال کے جواب میں یہی فرمایا کہ ذکر کرنے والے کو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سخت اعمال تین طرح کے ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے وقت نکالنا، دوم ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنا اور سوم یہ کہ اپنے بھائی کی مالی مدد کرنا (حلیۃ الاولیاء)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو اور یہ کوشش کرو کہ صرف اسی کی صحبت میں بیٹھو جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں تمہاری مدد کرے (شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور مجالس ذکر کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی مجلس کو پاتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تو وہ بھی وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں یہاں تک کہ وہ مجلس آسمانِ دنیا تک بھر جاتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے سوال کرتا ہے، حالانکہ وہ سب کچھ بہتر جانتا ہے اور آخر میں فرماتا ہے: "میں نے انہیں بخش دیا، ان کی دعائیں قبول کرلیں اور جس چیز سے انہوں نے پناہ مانگی اس سے انہیں محفوظ کر دیا جب فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس مجلس میں ایک گناہ گار بھی تھا جو محض گزر رہا تھا اور بیٹھ گیا، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اسے بھی معاف کر دیا، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا (صحیح البخاری: 6408، صحیح مسلم: 2689)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے اس جگہ کو فرشتے گھیر لیتے ہیں (صحیح مسلم)

بخاری شریف میں بحوالہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ درج ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس وقت بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں تو اس وقت میں اپنے اس بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں۔" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے درخت کے پاس سے گزرے جس کے پتے سوکھ چکے تھے۔ آپ نے اس پر اپنا عصا مبارک مارا تو اس کے سوکھے پتے جھڑ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ کلمے: سبحان اللہ والحمدللہ ولاالہ الااللہ واللہ اکبر بندے کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح تم نے اس درخت کے پتے جھڑتے دیکھے" (جامع ترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کیلئے بیٹھتے ہیں، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے درمیان ان کا ذکر کرتا ہے" (صحیح مسلم:2700)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس دنیا کی وہ تمام چیزیں جن پر سورج کی روشنی اور اس کی شعائیں پڑتی ہیں، ان سب چیزوں کے مقابلے میں مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ سبحان اللہ والحمدللہ ولاالہ الااللہ واللہ اکبر کہوں" حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سب سے افضل ذکر لاالہ الااللہ ہے۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ دل کے اخلاص سے کہے لاالہ الااللہ اس کے لیے لازماً آسمانوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ عرش الٰہی تک پہنچے گا۔ بشرطیکہ وہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے، ترمذی شریف میں ایک اور حدیث ہے: "کلمہ لاالہ الااللہ کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ یہ کلمہ سیدھا اللہ کے پاس پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہمیں اپنے دل کے سکون اور اللہ کی رضا کیلئے خشوع وخضوع کے ساتھ اپنا مبارک ذکر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین





اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ سے خشیت کا سوال ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق اور استقامت کا سوال ہے۔ آمین

کچھ دن پہلے میں ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ چند نوجوانوں کی طرف سے سوال ہوئے اور سوال ایسے تھے جن کو سن کر میرا ذہن بالکل ماؤف ہوگیا۔ ماضی میں یونیورسٹی کے ماحول میں مختلف ذہن کے حامل طلبا کو پڑھاتا رہا، اُن کی طرف سے سوالات ہوتے تھے مگر اس طرح کے سوالات پہلی بار سننے کو میسر آئے۔ خیر اپنی طرف سے جو جواب بن پڑا وہ دیا مگر سمجھ گیا کہ ہماری نوجوان نسل کی ہنگامی بنیادوں پر مناسب رہنمائی نا کی گئی تو انہیں گمراہ ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ دین اسلام سے متعلق ایسے سوالا ت جن کا تعلق بنیادی عقائد سے تھا اس کے بارے میں اس قدر شکوک وشبہات نوجوانوں کے ذہن میں سرایت کر گئے ہیں کہ انہیں سمجھاتے ہوئے بھی ایک تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ مسلمان گھرانوں کی اولادیں ہیں لیکن دین اسلام سے اس قدر اجنبیت اور دوری کہ العیاذ باللہ!

سوال کیا تھے تشکیک اور تنقید کا سیلاب تھے۔ ''کیا واقعی آخرت کا کوئی وجود ہے؟'' یہ وہ پہلا سوال تھا جو ایک نوجوان کی طرف سے داغا گیا۔ ''اگر جنت اور جہنم کا کوئی وجود نا ہوا تو کیا ہوگا؟'' ایک نوجوان کہنے لگا کہ ''میں نے سنا ہے قرآن مجید جو آج ہمارے پاس موجود ہے یہ مکمل نہیں ہے۔ اس میں بہت ساری آیات حضرت عثمانؓ نے ختم کروادیں تھیں'' العیاذ باللہ۔ ایک ادب کی کتاب اس قدر خوبصورت پیرائے میں لکھی ہوئی ہوتی ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے کا دل کرتا ہے مگر (نعوذ باللہ) قرآن مجید کا ترجمہ

پڑھنے کا دل نہیں کرتا۔ایک نوجوان کہنے لگا کہ قرآن مجید میں چیلنج ہے کہ کوئی ایک آیت اس جیسی لے آؤ اور آج ''چیٹ جی پی ٹی'' پوری ایک سورت اس جیسی لکھ دیتا ہے۔نعوذ باللہ من ذلک

یہ سب لکھتے ہوئے بھی دل کی حالت عجیب ہو رہی ہے مگر سچی بات یہ ہے کہ اس سے بھی زیادہ ایسے سوالات تھے جن کو لکھنے کے لیے میں اپنے اندر ہمت نہیں پاتا۔اس کے علاوہ حالات حاضرہ پر سوال تھے کہ ایسا کیوں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ'' کو ایک ماننے والی امت محمدیہ ﷺ آج سب سے زیادہ مغلوب ہے۔کفار سے مار کھا رہی ہے۔ٹیکنالوجی ان کے پاس نہیں،عزت ان کے پاس نہیں،اخلاق ان کے پاس نہیں،نا یہ ترقی یافتہ ہیں اور نا ہی ان کے پاس کوئی طاقت اور اتحاد ہے۔مسلمان جب ٹیکنالوجی اور ساز و سامان میں زیرو ہیں تو اپنے سے کئی گنا طاقتور اور بڑی ترقی یافتہ حکومتوں سے ''پنگا'' کیوں لیتے ہیں (اشارہ اسرائیل کی جانب تھا) وغیرہ وغیرہ

آپ یہ دیکھیں! کہ بظاہر یہ ترقی یافتہ دور ہے۔پندرہ برس کے لڑکے کو دنیا کے سارے مفید اور غیر مفید کارناموں کا معلوم ہوتا ہے۔تمام معلومات ایک ''کلک'' کی دوری پر ہیں لیکن دین کے معاملے میں پرلے درجے کی نالائقی اور جہالت کا یہ عالم ہے کہ ''خدا کی تصور'' کے بارے میں ہی شکوک وشبہات کا شکار ہیں۔گویا اپنے ہی مسلمانوں کو یہ باور کروانا پڑ رہا ہے کہ آخرت کا یقین رکھنا دین اسلام کی اولین شرائط میں سے ہے۔جنت اور جہنم برحق ہیں اور قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے اس لیے جب سے یہ نازل ہوا اور آئندہ قیامت تک اس کے ایک حرف میں بھی ردوبدل کا امکان نہیں۔

بہرحال یہ سب تو ہونا ہی تھا۔وہ نظام جو پچھلے سو برسوں سے ہمارے ہاں رائج کر دیا گیا تھا اس کے اثرات نے ہماری نسلوں کو اس نہج پر پہنچانا تو تھا۔فرنگی نظامِ تعلیم اور تہذیب کے نفاذ نے اس کی بنیاد رکھی۔اور پھر یہ سلسلہ محض نظامِ تعلیم تک محدود نہیں رہا بلکہ سوشل میڈیا بھی مسلم نوجوانوں کے عقائد،دینی اقدار اور اخلاق و اعمال پر اثر انداز ہونے کا ایک اہم ذریعہ بن گیا۔فکری آزادی اور روشن خیالی کے خوش نما نعروں کی آڑ میں پھیلائے جانے والے شکوک وشبہات نے نوجوان نسل کو اس نہج پر لا کھڑا کیا کہ دین اسلام کا ان کا تعلق اب ایک واجبی سا ہے یا پھر تنقیدی۔رہی سہی کسر غامدیت،انجینئرز اور الحادی مفکرین نے پوری کر دی۔انہوں نے قرآنِ کریم کے کلامِ الٰہی ہونے کے متعلق شکوک پیدا

کر دیئے، معجزاتِ نبوی ﷺ سے متعلق روایات کی صحت پر اعتراضات اور انہیں ماننے سے انکار کر دیا، جہاد کی حقیقی تعلیمات کو مسخ کر کے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کو تشدد اور خون ریزی سے وابستہ کرنے کی بھونڈی کوشش کرنا ان کے ایجنڈے میں شامل رہا ہے۔ اسلام مخالف فکری رجحانات کا ایک اہم پہلو اسلامی عقائد، عبادات اور احکام کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کر دیں تا کہ وہ جو ایک دین اسلام سے مضبوط تعلق تھا وہ بھی ختم ہو جائے چنانچہ توحید، رسالت، فرشتوں، آخرت اور تقدیر جیسے بنیادی عقائد کے متعلق شکوک پیدا کر دیے گئے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور قربانی جیسی عبادات کی اہمیت کم کر کے یہ تاثر دینا کہ دین کا تعلق صرف اخلاق سے ہے، جبکہ عقائد، عبادات اور عملی احکام کی کوئی مستقل اہمیت نہیں۔ پردے اور دیگر اسلامی احکام کو ان کے دینی و اخلاقی پس منظر سے الگ کر کے عورت کی آزادی کے منافی قرار دینا وغیرہ شامل ہیں۔ مسلمان نوجوانوں کو اپنے اسلاف، ائمہ، محدثین، فقہاء اور مستند علماء سے بدظن کرنا بھی ان کے ایجنڈے میں شامل رہا ہے۔ چنانچہ آج کا نوجوان منبر و محراب پر بیٹھے عالم کی بات سننے، سمجھنے اور فوقیت دینے کی بجائے سوشل میڈیا پر آنے والے، میک اپ زدہ چہروں کے ساتھ اسٹوڈیو میں بیٹھے آدھی اردو اور آدھی انگریزی میں بولنے والوں کو اپنا دینی رہنما سمجھنے لگے ہیں۔ پھر وہ چاہے جو بھی قرآن و سنت کی تشریح کرے اسے مانا اور سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات جو آج کل بڑی شدومد سے کہی جاتی ہے کہ دین سیکھنے کے لیے کسی استاد کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ دیگر علوم و فنون کے بارے میں یہ بات نہیں کہی جاتی بلکہ ان میں بہتر سے بہتر تعلیمی ادارے قائم کرنے کی بات کہی جاتی ہے۔ یہ پروپیگنڈہ نوجوان نسل میں بڑے طریقے سے پھیلایا گیا اور اس کے لیے خصوصی محنت کی گئی اور آج اس کے نتائج سے ہم سب واقف ہیں۔

افسوس! آج کی نوجوان نسل کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ کیسے ہمارے نوجوان اپنی روشن دینی روایات، اسلاف کے علمی سرمائے اور ایمان و یقین کی مضبوط بنیادوں سے دور ہو گئے؟ یہ وہ نوجوان ہیں جن سے امتِ مسلمہ کے مستقبل کی امیدیں وابستہ تھیں، جنہیں اپنے اسلاف کی قربانیوں، رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور اسلامی تعلیمات پر فخر کرنا چاہیے تھا، ان میں سے بعض آج اپنے ہی

دین کے بنیادی تصورات کے متعلق شکوک وشبہات کا شکار ہیں۔ وہ مغرب کے ہر نظریے کو ترقی اور روشن خیالی، جبکہ اپنی دینی روایات کو فرسودگی سمجھنے لگے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟ کیا ہم نے اپنی نئی نسل کو دین کی حقیقی روح سے روشناس کرانے میں کوتاہی کی؟ کیا ہم انہیں جدید تعلیم تو دیتے رہے، لیکن ان کے ایمان و کردار کی تربیت سے غافل ہو گئے؟ یہ صورتِ حال محض نوجوانوں کی کمزوری کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس میں ہمارے تعلیمی، تربیتی اور معاشرتی نظام کی کوتاہیاں بھی شامل ہیں۔

مزید افسوس ناک امر یہ ہے کہ آج کا نوجوان معلومات کے ایک وسیع سمندر میں گھرا ہوا ہے، لیکن صحیح اور غلط میں امتیاز کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔ چند منٹ کی ویڈیو، کسی نام نہاد دانش ور کا پُرکشش جملہ یا سوشل میڈیا پر پیش کیا جانے والا کوئی اعتراض اس کے ذہن میں برسوں سے قائم عقائد کو متزلزل کر دیتا ہے، کیونکہ اسے دینی تعلیمات کی مضبوط علمی بنیادیں فراہم نہیں کی گئیں۔ اس کے لیے ہنگامی بنیادوں پر محنت کی ضرورت ہے۔ الحاد اور مادیت کے پیروکار اپنے زوروں پر ہیں، شکوک وشبہات کی ویڈیوز سے سوشل میڈیا اٹا پڑا ہے۔ نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے۔ اس طرف توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ زیادہ نہیں اپنے گھر سے آغاز کریں۔ انہیں قرآن وسنت، سیرتِ نبوی ﷺ اور اسلاف کے علمی ورثے سے مضبوط تعلق قائم کرنے میں مدد دیں۔ اگر ہم نے آج اس نسل کی فکری و ایمانی تربیت کی طرف سنجیدگی سے توجہ نہ دی تو کل ہمارے پاس پچھتاوے کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور نوجوان نسل کے ایمان، کردار اور فکری استقلال کی حفاظت کے لیے مؤثر اور مخلصانہ کوششیں کریں۔





الحمدللہ رب العالمین حمدا یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ، والصلوٰۃ والسلام علی النبی الکریم !أما بعد:

اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل کہ اللہ تعالیٰ نے امت کی ماؤں اور بہنوں کو دورہ تزکیہ نصیب فرمادیا۔الحمدللہ! اب تک تین دورات ہو چکے ہیں، پہلا دورہ تزکیہ تجرباتی تھا، جس میں چالیس کے قریب مؤمنات شریک ہوئیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ تجربہ شاندار اور کامیاب رہا،تو دوسرے دورہ تزکیہ میں ملک بھر سے جماعت المؤمنات کی منتظمات کو مدعو کیا گیا، جس میں 89 مؤمنات نے شرکت کی سعادت حاصل کی...جس میں اکیس منتظمات تھیں۔جبکہ تیسرا دورہ تزکیہ صرف ایک ضلع کا رکھا گیا، جس میں 119 مؤمنات مستفید ہوئیں۔

اللھم لك الحمد أنت نور السمٰوات والارض، ولك الحمد أنت قیوم السمٰوات والارض، ولك الحمد أنت رب السمٰوات والارض ومن فیھن.

اب چوتھا دورہ تزکیہ 30 اکتوبر 2026ء سے شروع ہونے جارہا ہے، جس میں ملک بھر کے تمام صوبہ جات کو مخصوص تعداد کے ساتھ شرکت کا موقع دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی نصرت، حفاظت اور کفایت سے اسے کامیاب فرمائیں۔آمین۔

مؤمنات کا اس قدر رجحان اور ان کے ایمان افروز تاثرات اور اس میں محسوس کی جانے والی روحانی ووجدانی کیفیات کا حصول یقیناً اس سلسلہ کی عنداللہ مقبولیت کی علامت ہے۔

اس دورہ تزکیہ میں کیا اعمال کروائے جاتے ہیں؟ اور کیسا ایمانی اور روحانی ماحول میسر ہوتا ہے؟ اور کس قدر روحانی کیفیات نصیب ہوتی ہیں؟ یہ تو وہی مؤمنہ بتا سکتی ہے، جسے یہ سعادت نصیب ہوئی ہو، اسی لیے آگے چل کر ہم چند مؤمنات کے تاثرات قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے، البتہ اس سے پہلے دورہ تزکیہ کے معمولات کو بیان کیا جاتا ہے۔

دورہ تزکیہ کے معمولات اور نظام الاوقات:

الحمدللہ! دورہ تزکیہ کے سات دنوں میں سے ہر دن اور ہر لمحہ ایک مخصوص نظام الاقات اور تربیتی اور تزکیتی ماحول میں گزارا جاتا ہے، ہر عمل کی اپنی فضیلت اور بلند شان ہے، جن کی تفصیلات کا موقع نہیں البتہ یہاں پر صرف وہ اعمال ترتیب کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں:

صبح صادق سے سوا گھنٹہ پہلے بیداری... آدھا گھنٹہ نمازِ تہجد۔

استغفار... سحری کے وقت استغفار کی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے، یہ وقت توبہ و استغفار کے لیے انتہائی اہم وقت ہے۔

تلاوت.... آدھا گھنٹہ قرآنِ کریم کی تلاوت

دو رکعت سنتِ فجر کے بعد 40 مرتبہ یہ دعاء: يا حي يا قيوم لا إله إلا أنت برحمتك أستغيث

نمازِ فجر اور اس کے بعد اوراد و اذکار کے لیے ایک گھنٹہ دیا جاتا ہے، جس میں درج ذیل چیزیں پڑھی جاتی ہیں:

الورد المیمون..... سورۂ یاسین.... منزل..... وردِ توکل... لاحول ولاقوۃ الا باللہ... پانچ سو بار

نوافل اشراق

مختصر ناشتہ

آدھا گھنٹہ کلمہ طیبہ کا ورد (درمیانی آواز کے ساتھ یعنی نہ بہت زیادہ بلند اور نہ بالکل پست) مجلسِ حضوری

ایک گھنٹہ تعلیم و تعلم: اس میں طہارت کے مسائل اور نماز کا عملی طریقہ اہتمام کے ساتھ سکھلایا جاتا ہے

آدھا گھنٹہ ناظرہ قرآن (قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنا سیکھا سکھایا جاتا ہے)

آدھا گھنٹہ دعائیں یاد کرائی جاتی ہیں....خصوصاً معمولات کا فیہ

تین گھنٹے آرام....دوپہر کا کھانا

نمازِ ظہر کے بعد اسم اعظم لفظ اللہ اللہ کا ذکر (پانچ ہزار مرتبہ)....اول و آخر سات مرتبہ درود شریف

اس کے بعد نمازِ عصر تک مختلف دینی، علمی اور عملی موضوعات پر اصلاحی بیان

نمازِ عصر کے بعد دارالریاضہ....جس میں تیر اندازی، نشانہ بازی اور گھر سواری کا کچھ تعارف اور عملی مشق کرائی جاتی ہے۔

نماز مغرب اور اس کے بعد نوافل اوابین چھ رکعات.....سورۂ واقعہ اور سورۂ ملک کی تلاوت

بیان سکھانے کا عمل...اور پھر رات کا کھانا

نمازِ عشاء اور اس کے بعد ریاض الصالحین کی تعلیم

تین مراقبات: مراقبہ محبت.....مراقبہ صحت.....اور مراقبہ موت.....تہجد تک آرام

ایمانی تاثرات:

یہاں تیسرے دورہ تزکیہ میں شریک بعض مؤمنات کے ایمان افروز تاثرات نقل کیے جاتے ہیں، یقیناً دورے میں شریک تمام مؤمنات کے یہی یا اس سے بڑھ کر تاثرات ہوں گے، لیکن ہر کوئی لکھ نہیں سکتا، اور جنہوں نے لکھا ہے، ان سب کی تحریروں کو یہاں جگہ کی تنگی کی وجہ سے نقل نہیں کیا جاسکتا، صرف نمونے کے طور پر چند ایک تاثرات پیشِ خدمت ہیں:

(۱) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

شکر کا لفظ بہت چھوٹا لگنے لگتا ہے، جب پیارے اللہ تعالیٰ کے احسانات پر غور کرنے لگوں، مگر ایک ادنیٰ بندی کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی حمد ہی بیان کرسکتی ہوں:

حَمْدًا کَثِیرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیہِ

جیش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہ نام بچپن سے اپنے دادا ابو کی زبان سے سنتی آئی ہوں، اور اب دورۂ تزکیہ میں سات دن گزار کر جہاں ایمان کو مضبوط کرنے کا موقع ملا، وہاں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ نام تو اپنے اندر بے شمار خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے، جیسا کہ بہترین نظامِ اوقات، ترتیب، اخلاق، تربیت، ایمان، نظم وضبط،

خدمتِ خلق، تعلیم، عمل کا طریقہ، جہاد کا شعور، شعبہ جاتی نظام، انفرادی محنت، تقویٰ، قرآن کے احکامات اور نبی کریم ﷺ کی بے شمار سنتیں۔

دورۂ تزکیہ کے یہ سات دن زندگی کے بہترین دنوں میں سے ہیں۔ دل اور دماغ میں بہت سی ایسی تبدیلیاں آئی ہیں جو زبان سے بیان نہیں کر پا رہی۔ بہت سے گناہوں سے توبہ کرنے کا موقع ملا۔ دعاء ہے کہ یہاں سے جانے کے بعد بھی اللہ پاک اپنے راستے پر چلتے رہنے کی توفیق اور ہمت دیں۔ آمین

جماعت المومنات کی ترتیب بنانے پر دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ پاک جزائے خیر دے اور جماعت میں برکت عطاء فرمائے۔ امیر محترم کا سایہ اور قیادت تادیر قائم رہے، اللہ تعالیٰ ان کی صحت اور عمر میں برکت فرمائے۔ جماعت کے تمام ساتھیوں اور منسلک لوگوں کی قربانیاں اور محنت جلد رنگ لاتی رہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے بہترین فتح حاصل ہو۔ آمین ثم آمین۔ بہت ساری دعاؤں کی درخواست ہے۔

بنت ظفر (ضلع رحیم یار خان، تحصیل خانپور)

۲ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ کا کروڑوں بار شکر ہے کہ مجھے دورۂ تزکیہ کے بابرکت ماحول میں آنے کے لیے قبول فرمایا۔ مجھے کبھی اندازہ نہیں تھا کہ یہاں آ کر میری زندگی کا رخ بدل جائے گا۔ یہاں آ کر بہت ہی دلی سکون والی زندگی ملی، کبھی اتنی عبادت نہیں کی جتنی یہاں آ کر عبادت کا موقع ملا۔ یہاں آ کر اپنے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اور زندگی کا مقصد حاصل ہوا۔ میں شکر گزار ہوں یہاں کی منتظمات اور معلمات کی کہ انہوں نے ہمیں بہت محبت دی اور بہت اچھے اخلاق کی مالک ہیں۔

اور میری ساری زندگی کی دعائیں مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو ہمارے امیر المجاہدین ہیں، اللہ پاک ان کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے۔ آمین۔ جن کے وسیلے سے ہماری زندگی میں سکون آیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان 8 دنوں کی برکت سے ہماری ساری زندگی کو بامقصد بنا دے اور سیدھے راستے پر چلائے۔ آمین ثم آمین۔

امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ! آپ کی بہت شکر گزار ہوں۔

فاطمہ ندیم (حاصل پور ضلع بہاولپور)

۳ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان اور شکر ہے کہ اس کی توفیق سے ہمیں دورۂ تزکیہ میں آنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہاں آ کر محسوس ہوا کہ ہماری بے چین زندگی کو پرنور زندگی ملی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ساری زندگی یہیں گزار دیں، جانے کا غم الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ یہاں کے دینی ماحول نے ہماری روح کو پرسکون کیا ہے۔

ہم آپ حفظہ اللہ تعالیٰ کے بے حد شکر گزار ہیں کہ آپ کی بدولت ہمیں تزکیہ میں آنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ حفظہ اللہ تعالیٰ کو صحت، تندرستی اور عافیت والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین

ہم عزم کرتے ہیں کہ جو معمولات ہم نے یہاں کیے، وہ آئندہ زندگی میں بھی کریں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جزاکم اللہ خیرًا کثیرًا

عمارہ ندیم، وزوجہ احسن، وسعدیہ نعیم (حاصل پور ضلع بہاولپور)

۴ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ہے کہ مجھے یہاں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہاں آ کر دل کو بہت سکون ملا اور اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔ اتنا دلی سکون ملا کہ اب گھر جانے کو دل نہیں کر رہا۔ میں نے یہاں آ کر بہت علم سیکھا اور میں کوشش کرتی رہوں گی کہ آئندہ زندگی میں اپنے معمولات جاری رکھوں، ان شاء اللہ تعالیٰ

میں امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ کی بہت شکر گزار ہوں، جن کی جدوجہد سے یہ تمام معاملات بہت احسن طریقے سے چل رہے ہیں۔ اللہ پاک ان کو بہت لمبی، عافیت والی اور حفاظت والی زندگی عطاء فرمائے۔ آمین۔ جزاکم اللہ خیرًا کثیرًا

آمنہ بنت غلام فرید نسیم ممتاز (میلسی، ضلع وہاڑی)

۵ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ امیر المجاہدین کے ذریعے سے ہمیں دورۂ تزکیہ میں شامل ہونے کی توفیق ہوئی۔ برسوں سے خواہش تھی کہ خواتین کے لیے بھی کوئی ایسی اصلاحی اور روحانی تربیت کا انتظام کیا

جائے۔ الحمدللہ! ہمارے یہ سات دن زندگی کے بہترین دن تھے۔ ساری انتظامیہ بہت اچھے اخلاق والی، تربیت یافتہ اور خدمت گزار رہی۔ سب ترتیبات بہت بہترین تھیں۔ دین سے متعلق بہت کچھ نیا سیکھا اور روحانی طور پر بہت تبدیلی آئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی بھر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمیں اجازت دیجئے، ہم جماعت کے ساتھ منسلک رہتے ہوئے حجامہ کی خدمت پیش کرنا چاہتے ہیں۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔

اہلیہ فیاض احمد وام اسامہ امام مسجد مرکز عثمان وعلی (ترنڈہ محمد پناہ، تحصیل لیاقت پور)

۶ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کروڑوں رحمتیں اور درود وسلام ہوں ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اس دورۂ تزکیہ کے لیے چنا۔ جب مجھے پتہ چلا کہ جماعت المومنات میں بھی دورے کی ترتیب شروع ہو رہی ہے تو یقین جانیے ایسی خوشی ہوئی جو پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی، کیونکہ میں ایسے دینی ماحول کی تلاش میں تھی جہاں انسان ہر وقت رب کریم سے جڑا رہے۔

الحمدللہ! تعالیٰ مجھے اس دورے سے بہت فائدہ ہوا۔ پہلے دن کچھ مشکل ہوئی لیکن بعد میں الحمدللہ ایسی عادت بنی کہ دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ اس ماحول میں رہیں۔ خاص کر کلمہ طیبہ کا ورد، مجلسِ حضوری اور اللہ اللہ کا ورد۔ دل کرتا تھا کہ یہ تین ورد کرتے وقت، وقت لمبا ہو جائے اور انسان مسلسل ورد کرتا رہے۔ الحمدللہ! تعالیٰ زندگی کے معاملات میں کافی فرق آیا۔ اپنے رب کریم کو پہچان لیا اور اس کا قرب حاصل کر لیا، اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔

دعاء ہے کہ اللہ ہمارے حضرت جی کی عمر اور صحت میں برکت دے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، اور مجھے ان سب اعمال پر جو دورۂ تزکیہ میں ہوئے، ہمیشہ عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

بنت غلام عباس، حلقہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (یونٹ عبداللہ بن عباس)

۷ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمدللہ تعالیٰ یہاں آ کر ہمیں بہت اچھا لگا۔ جب آئے تھے تو سوچا تھا کہ یہ سات دن کیسے گزریں

گے،اور الحمدللہ بہت اچھے دن گزرے۔سارا دن عبادت میں مشغول رہنا،ذکرواذکار کرنا،سب سے بڑا ذکراسمِ اعظم کاورد۔یہاں آکرہمیں حقیقی دلی سکون ملا۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کاشکرادا کرتے ہیں،اس کے بعد امیر محترم حفظہ اللہ کے شکرگزار ہیں جن کی محنت کی بدولت ہم یہاں اکٹھے ہوئے۔دارالریاضہ میں بہت مزہ آتا تھا۔گھڑسواری،تیراندازی اور نشانہ بازی کی سنتیں پوری کیں۔اللہ پاک آپ کوخیروعافیت والی لمبی زندگی عطافرمائے اورآپ کاسایہ ہمارے سروں پرتادیرقائم رکھے۔آمین

دعاؤں کی طلبگار:ام المومنات

اللہ تعالیٰ اس دورہ تزکیہ کوامت میں جاری وساری فرمادیں،اس کی خیروبرکات پوری امت مسلمہ کونصیب فرمائیں۔



بقیہ: کارگزاری شعبہ جات

جماعتی رسائل کے مطالعے کی ضرورت۔جماعت کے دیگرشعبہ جات سے تعاون۔مدارسِ نورانیہ کی اہمیت وضرورت

اجتماع کے اختتام پرائمہ کرام نے آئندہ دوماہ کے لیے درج ذیل اہداف مقررکیے:

مزیدمدارسِ نورانیہ کے افتتاحات کرنا۔

ڈویژنل تنظیمات کومزیدفعال کرنااورمساجد کے خودکفیل نظام کومضبوط بنانا۔

مساجد کے اندرمکاتبِ قرآنیہ کومزیدمنظم اوربہتربنانے کی کوشش کرنا۔

بالخصوص مدینہ مدینہ مطالعہ کی پابندی کویقینی بنانا۔

مساجدمیں پانچ رکنی نصاب کامکمل نفاذ کرنا۔

سالانہ دورۂ تربیہ کااہتمام کرنا۔

گوشۂ مؤمنات



تعلق باللہ...!!!

اُمِ محمد

اللہ تعالیٰ ہمیں یقین کی وہ دولت عطا فرمائیں کہ ہمارا دل ہر حال میں مطمئن رہے کہ وہ ہمارے لیے کافی ہیں۔اور ہمیں کبھی اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کریں۔آمین یارب العالمین

کبھی کبھی زندگی ہمیں ایسے موڑ پر لا کھڑا کرتی ہے جہاں سے آگے کا راستہ ہماری تمام تر سوچوں سے مختلف ہوتا ہے۔ کچھ حالات، کچھ لمحے اور کچھ حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا تصور بھی کبھی ہمارے وہم وگمان کے کسی گوشے میں نہیں گزرا ہوتا،مگر پھر اچانک وہی ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں،اور ہمیں حیرت و بے بسی کے عالم میں ان کے ساتھ جینا ہوتا ہے،ہمارے پاس کہنے کو بہت کچھ ہوتا ہے،مگر کسی کو سنانے کا دل نہیں کرتا،دل میں بے شمار سوالات جنم لیتے ہیں،آنکھیں خاموشی سے بھیگتی ہیں،اور ہم خود کو بہت تنہا محسوس کرتے ہیں،دل کا درد اس قدر گہرا ہو جاتا ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی ہمیں سمجھ نہیں سکتا،کوئی ہماری خاموشی میں چھپے کرب کو محسوس نہیں کر سکتا،اور نہ ہی کوئی اس تکلیف کی شدت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔اور سب سے زیادہ اذیت ناک وہ بے بسی ہوتی ہے جب دل درد سے چور ہو،آنکھیں اشک بار ہوں،مگر انسان نہ اپنا درد کسی کو سمجھا سکے،نہ اپنی تکلیف بیان کر سکے۔ایسے وقت میں دل چاہتا ہے کہ کوئی ہماری خاموشی سمجھ لے،ایسے کرب انگیز لمحوں میں قرآنِ مجید کی یہ آیت دل پر مرہم رکھ دیتی ہے:أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ”کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟“

یہ محض ایک سوال نہیں،بلکہ ایک تھکے ہوئے دل کے لیے تسلی،ایک بے قرار روح کے لیے سکون اور ایک کمزور انسان کے لیے امید کا پیغام ہے۔ہم اکثر لوگوں کے سہاروں پر بھروسا کرتے کرتے بھول جاتے ہیں کہ انسانوں کے ہاتھ محدود ہیں،مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت،اس کا علم اور اس کی قدرت کسی انسانی

کمزوری کے پابند نہیں۔ وہ ہمارے ان آنسوؤں کو بھی جانتا ہے جو پلکوں سے باہر نہیں آتے، ان دعاؤں کو بھی سنتا ہے جو زبان تک نہیں پہنچ پاتیں، اور ان دردوں سے بھی واقف ہے جنہیں ہم خود لفظوں میں بیان نہیں کر پاتے۔ جب سب دروازے بند دکھائی دیں، تب بھی اللہ تعالیٰ کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے کافی ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ زندگی میں کبھی آزمائش نہیں آئے گی، کبھی دل نہیں ٹوٹے گا یا ہر دعا ہماری خواہش کے مطابق پوری ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسا یہ ہے کہ انسان اسباب اختیار کرے، اپنی کوشش جاری رکھے اور نتیجہ اپنے رب کے سپرد کر دے۔ اسے یقین ہو کہ اس کا رب اسے تنہا نہیں چھوڑے گا، اور اس کی حکمت ہمارے محدود فہم سے کہیں بلند ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ وہ چیز عطا کر دیتے ہیں جس کے لیے ہم مدتوں دعائیں کرتے ہیں، اور کبھی ایسی چیز سے دور کر دیتے ہیں جو ہماری کل متاع ہوتی ہیں۔ کبھی راستہ آسان کر دیتے ہیں اور کبھی مشکل راستے سے گزارتے ہوئے ہمارے اندر صبر، اخلاص اور توکل پیدا کرتے ہیں۔ ہر حکمت ہمیں فوراً سمجھ نہیں آتی، مگر بندۂ مومن کا اطمینان اس یقین میں ہوتا ہے کہ اس کا مالک اسے اس سے بہتر جانتا ہے جتنا وہ خود کو جانتا ہے۔

ذرا سوچیے! جب ہمارا رب ہمارے حال سے باخبر، ہمارے درد سے آگاہ اور ہماری خاموش آہوں تک سے واقف ہے، تو پھر ہماری کوئی تکلیف بے معنی کیسے ہو سکتی ہے؟ اور جب ہماری امید اُس ذات سے وابستہ ہے جس کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں، تو مایوسی کو اپنے دل میں ٹھہرنے کی اجازت کیوں دیں؟ لوگ ہماری خاموشی کو کمزوری سمجھ سکتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اس خاموشی کے پیچھے کتنی جنگیں لڑی جا رہی ہیں۔ لوگ آپ کے آنسوؤں کی وجہ نہ سمجھ سکیں، مگر اللہ تعالیٰ ان آنسوؤں کے پیچھے چھپی پوری کہانی جانتے ہیں۔ اس لیے ہمیں اپنے رب سے تعلق کو مضبوط بنانے کی ہر ممکن کوشش میں لگے رہنا چاہیے ہمارا تعلق صرف دکھوں اور آزمائشوں کے لمحات تک محدود نہیں رہنا چاہیے، بلکہ آسائشوں اور خوش حالی میں بھی اسی سے وابستہ رہنا چاہیے۔ جب ہمارے دل خوش ہوں تو شکر کے ساتھ اس کی طرف رجوع کریں، اور جب غمگین ہوں تو صبر و توکل کے ساتھ اسی کا در تھامیں.... بندگی یہ نہیں کہ صرف حاجت میں رب کو پکاریں، بلکہ یہ ہے کہ ہر حال میں دل اسی کی یاد اور محبت سے آباد رہے۔ یاد رکھیے! ہمیں دنیا کے بے شمار سہاروں کی نہیں، بس اپنے رب پر کامل یقین اور سچے توکل کی ضرورت ہے، کیونکہ جس دل کا سہارا اللہ تعالیٰ ہو، وہ تنہائی میں بھی بے آسرا نہیں رہتا۔ جس رب نے ہمیں عدم سے وجود بخشا، محبت سے

تخلیق کیا اور بے شمار نعمتوں سے نوازا، وہ ہمارے حال سے کیسے غافل ہوسکتا ہے؟ ہمارے دل کے ہر درد، ہر خاموش دعا سے وہی سب سے بڑھ کر واقف ہے اور اس کے سوا کون ہے جو ہمارے زخموں کی گہرائی جان کر ان پر سکون و تسکین کا مرہم رکھ سکے؟

بس ہمیں چاہیے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھیں، اس کی طرف لوٹنے کا راستہ کبھی نہ چھوڑیں۔ ایک بار تنہائی میں قرآن پاک کھول کر اس آیت کو اپنے دل سے پڑھیئے: أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ یقین کریں دل سکون و اطمینان سے بھر جائے گا خود ہی جواب سنائی دے گا ہاں، اللہ تعالیٰ میرے لیے کافی ہیں۔ میری دعاؤں کے سننے والے، میری کمزوریوں سے واقف اور میری زندگی کا حقیقی سہارا ہیں۔ میں آنے والے کل کو نہیں جانتی، مگر اپنے مالک کو جانتی ہوں جس کے اختیار میں میرا آج بھی ہے اور کل بھی۔ اور یقیناً اسکے ہاتھ میں خیر ہی خیر ہے، یقین کریں جب دل کو یہ یقین نصیب ہو جائے تو بظاہر حالات نہ بھی بدلیں، مگر حالات کو دیکھنے کا انداز ضرور بدلنے لگتا ہے۔ جب ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو، دل ہر لمحہ اسی کی یاد سے آباد رہے اور یقین کی بنیاد یہ ہو کہ میرا اللہ میرے لیے کافی ہے، تو شیطان کی چالبازیوں، لوگوں کی باتوں اور ایمان کو کمزور کرنے والے وسوسوں کے مقابلے میں دل ثابت قدم رہتا ہے۔ پھر دنیا کی کوئی آزمائش ہمیں اپنے رب سے دور نہیں کر سکتی، بشرطیکہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جڑے رہیں اور اس کے راستے پر چلتے رہیں۔ کیونکہ راہِ جنت میں سب سے قیمتی زادِ راہ، اپنے رب پر ایمان اور اسی سے مضبوط تعلق ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْيَاءِ اِلَيَّ وَاجْعَلْ خَشْيَتَكَ اَخْوَفَ الْاَشْيَاءِ عِنْدِي وَاقْطَعْ عَنِّيْ حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشَّوْقِ اِلَى لِقَائِكَ وَاِذَا اَقْرَرْتَ اَعْيُنَ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَاهُمْ فَاَقْرِرْ عَيْنِيْ مِنْ عِبَادَتِكَ





پہلی قسط میں ہم نے پڑھا کہ کس طرح قریش کے اس کم سن مجاہد، حضرت عقبہ بن نافع الفہری رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر صحابہ کی تربیت میں پرورش پائی اور صحرائے فزان سے لے کر معرکہ سبیطلہ تک اپنی عسکری و دینی بصیرت کا لوہا منوایا۔ ربع صدی تک برقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں بربر قبائل کو قرآن وسنت کا درس دینے کے بعد، اب تاریخِ اسلام کے اس عظیم المرتبت فاتح کی زندگی کا وہ زرّیں اور ایمان افروز دور شروع ہونے والا تھا جس نے شمالی افریقہ کو ہمیشہ کے لیے اسلام کا مضبوط قلعہ بنا دیا۔

قیروان شہر کی بنیاد

50 ہجری (670ء) میں اموی خلیفہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کی طویل خدمات اور مثالی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں پہلی بار مستقل طور پر بلادِ مغرب وافریقہ کا امیر اعلیٰ مقرر فرمایا۔

امارت سنبھالتے ہی حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسا کلیدی اور اہم ترین فیصلہ کیا جس نے افریقہ میں اسلامی تاریخ کا رخ بدل دیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ جب تک مسلمانوں کا اس خطے میں کوئی مستقل فوجی، علمی اور انتظامی مرکز قائم نہیں ہوگا، تب تک اسلامی فتوحات کو دوام واستحکام حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس مقصد کے لیے آپ نے ایک نئے دارالحکومت کی بنیاد رکھنے کا عزم کیا۔

شہر کی تعمیر کے لیے آپ نے ساحلی علاقوں سے دور، اندرونِ ملک "قمونیہ" (Qamuniya) کی ہری بھری گھاٹی کا انتخاب کیا تاکہ مسلمان رومی بحری بیڑوں کے اچانک حملوں سے محفوظ رہیں اور ساتھ ہی مواشی کے لیے چراگاہیں بھی میسر ہوں۔ یہ مقام اس وقت گھنے اور خوفناک جنگلات سے ڈھکا ہوا تھا جہاں خونخوار درندے، سانپ اور بچھو بکثرت پائے جاتے تھے۔

یہاں سے کوچ کر جاؤ

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفقاء کے ساتھ اس ویرانے میں کھڑے ہو کر با آوازِ بلند درندوں اور حشرات الارض سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے اس وادی کے جانورو اور درندو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں، ہم یہاں قیام کرنے والے ہیں، لہٰذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ! جس درندے یا سانپ کو ہم اس کے بعد پائیں گے، اسے قتل کر دیں گے۔''

تاریخ گواہ ہے کہ یہ سنتے ہی جنگلی درندے اور سانپ اپنے بچوں کو اُٹھائے ہوئے وادی سے باہر نکلتے دیکھے گئے اور بربر عوام اس زندہ کرامت کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔

آپ نے اس مقام کا نام ''القیروان'' (یعنی لشکر گاہ/ فوجی چھاؤنی) رکھا۔ آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے جامع مسجد قیروان (المسجد الجامع) کی بنیاد رکھی اور قبلہ رخ متعین کرتے ہوئے اس شہر کے لیے تاریخی دعاء فرمائی: ''یا اللہ! اس شہر کو علم وفقہ سے لبریز فرما، اس کے ذریعے اپنے دین اسلام کو عزت عطاء فرما اور اسے زمین کے جباروں کے شر سے محفوظ رکھ۔''

امارت سے معزولی

55 ہجری میں سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور والی مصر مسلمہ بن مخلد الانصاری نے حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کو امارتِ افریقہ سے معزول کر کے اپنے آزاد کردہ غلام ابو المہاجر دینار رحمۃ اللہ علیہ کو نیا امیر مقرر کر دیا۔

ابو المہاجر دینار نے قیروان کے بجائے ''تاکیروان'' کے مقام پر نیا معسکر قائم کیا اور بربر کے طاقتور قبیلے اوربہ (Awraba) کے سردار کسیلہ بن لمزم (Kusaila) کے ساتھ پرامن سفارتی تعلقات استوار کیے، جس کے نتیجے میں کسیلہ نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کو اس اچانک معزولی پر صدمہ پہنچا، لیکن آپ نے نہایت صبر وظرف کا مظاہرہ کیا اور دمشق پہنچ کر خلیفہ کے سامنے اپنے مؤقف کی وضاحت کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے مقام ومرتبے کا اعتراف کیا اور آپ کو واپس افریقہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔

واپسی اور نئے سفر کی تیاری

62 ہجری میں یزید بن معاویہ کے دورِ حکومت میں حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کو دوبارہ پورے افریقہ کی ولادت سونپ دی گئی۔ قیروان واپس پہنچ کر آپ نے شہر کی رونقوں کو بحال کیا اور ابو المہاجر دینار کو آزاد کر

کے اپنے ساتھ اسلامی لشکر کے اہم مشیر کے طور پر شامل کرلیا۔اب حضرت عقبہ کے سامنے ایک ہی عظیم مقصد تھا پورے بلادِ مغرب کو فتح کر کے اسلام کا پیغام اوقیانوس (Atlantic) کے کنارے تک پہنچانا۔آپ نے قیروان کا نظام اپنے نائب زہیر بن قیس البلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا اور ایک کثیر تعداد پر مشتمل عظیم الشان اسلامی لشکر کے ساتھ مغربِ اقصیٰ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔

مغرب کی طرف پیش قدمی

جب اسلامی لشکر طنجہ پہنچا، تو وہاں کے حاکم، گوتھ کاؤنٹ جولیان (Count Julian) نے جنگ کے بجائے حضرت عقبہ بن نافع کا پُرتپاک استقبال کیا، قیمتی ہدیے پیش کیے اور اندلس پر حملے کے بجائے مغربِ اقصیٰ کے اندرونی قبائل (سوس) کو فتح کرنے کا مشورہ دیا۔آپ نے رومیوں اور مقامی سوس قبائل کی مزاحمت کو پاش پاش کرتے ہوئے تاہرت اور رومن قلعوں پر فتح کے پرچم لہرائے۔

بحرِ اوقیانوس کے کنارے

فتوحات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ اطلس عالی کے سخت ترین پہاڑی راستوں کو عبور کرتے ہوئے بلادِ سوسِ اقصیٰ اور ماسہ (آسفی/Asfi) کے مقام پر بحرِ اوقیانوس کے ساحل پر جا پہنچے۔یہ تاریخِ اسلام کے نہایت یادگار اور رقت انگیز لمحات تھے جب عرب کا ایک مجاہد تپتے صحراؤں سے نکل کر دنیا کے آخری کنارے پر کھڑا تھا۔حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھوڑے کو سمندر کی موجوں کے اندر اُتار دیا، یہاں تک کہ پانی گھوڑے کے سینے اور گردن تک پہنچ گیا۔آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور سمندر کی غراتی لہروں کے سامنے یہ تاریخی ایمانی کلمات کہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي لَمْ أَخْرُجْ بَطَرًا وَلَا أَشَرًا، وَإِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّمَا نَطْلُبُ السَّبَبَ الَّذِي طَلَبَهُ عَبْدُكَ ذُو الْقَرْنَيْنِ، وَهُوَ أَنْ تُعْبَدَ وَلَا يُشْرَكَ بِكَ شَيْءٌ، اَللّٰهُمَّ وَلَوْلَا هَذَا الْبَحْرُ لَمَضَيْتُ فِي الْبِلَادِ أُقَاتِلُ مَنْ كَفَرَ بِكَ حَتّٰى لَا يُعْبَدَ أَحَدٌ دُونَكَ

یا اللہ! بے شک میں تکبر یا غرور کی وجہ سے نہیں نکلا اور تو خوب جانتا ہے کہ ہم اسی مقصد کی جستجو میں ہیں جس کی جستجو تیرے بندے ذوالقرنین نے کی تھی، اور وہ یہ ہے کہ صرف تیری عبادت کی جائے اور تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔یا اللہ! اگر یہ سمندر آڑے نہ آتا تو میں زمین (شہروں) میں آگے بڑھتا چلا جاتا اور ہر اس شخص سے جہاد کرتا جو تیرا منکر ہے، یہاں تک کہ تیرے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔"

بچوں کے نام وصیتیں

جب حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ شام سے دس ہزار مجاہدین کا عظیم لشکر لے کر بلادِ مغرب کی حتمی مہم کے لیے روانہ ہونے لگے، تو انہوں نے سفر پر نکلنے سے قبل اپنے بچوں کو پاس بلایا۔ اپنے رب کے حضور شہادت کی تڑپ اور بصیرتِ ایمانی سے لبریز دل کے ساتھ انہوں نے اپنے بیٹوں کو تین زرّیں وصیتیں فرمائیں:

''اے میرے بیٹو! میں تمہیں تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں، انہیں محفوظ رکھنا اور ہرگز ضائع نہ کرنا:

(1) خبردار! اپنے سینوں کو صرف اشعار سے نہ بھرنا کہ قرآنِ کریم کی تلاوت وفہم سے غافل ہو جاؤ، کیونکہ قرآن ہی اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرنے والی روشن دلیل ہے۔ عربی کلام سے صرف اتنی روشنی لو جو عقل مند کو ہدایت دے اور اعلیٰ اخلاق کی طرف رہنمائی کرے۔

(2) میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ قرض سے سخت پرہیز کرنا، خواہ تمہیں معمولی چادر ہی کیوں نہ پہننی پڑے۔ کیونکہ قرض دن کا زوال و ذلت اور رات کا غم واندوہ ہے۔ اس سے بچو گے تو تمہاری عزت و وقار اور لوگوں میں تمہاری حرمت سدا قائم رہے گی۔

(3) اور دین کا علم کبھی غرور میں مبتلاء اور دین میں نادانی سے نرمی ورخصتیں تلاش کرنے والوں سے نہ لینا، ورنہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے دین سے ناواقف کر دیں گے۔ اپنا دین صرف صاحبِ تقویٰ، پرہیزگار اور محتاط علماء سے حاصل کرنا، کیونکہ اسی میں سلامتی ونجات ہے۔''

اس کے بعد انہوں نے اپنے لختِ ہائے جگر پر حسرت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا: ''تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو، مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ آج کے دن کے بعد تم مجھے دوبارہ نہ دیکھ سکو گے۔''

پھر بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھا کر التجاء کی: ''اے اللہ! میری جان کو اپنی رضا میں قبول فرمالے اور جہاد کو میرے لیے اپنے ہاں بلند درجے اور عزت واکرام کا ذریعہ بنادے۔''

واپسی کا سفر اور آخری معرکہ

بحرِ اوقیانوس تک کی عظیم فتوحات کے بعد، حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ نے قیروان کی طرف واپسی کا سفر شروع کیا۔ آپ کو گمان تھا کہ رومی اور بربر قبائل کی طاقت مکمل طور پر ٹوٹ چکی ہے، اسی خیال کے تحت آپ نے اپنے لشکر کے بڑے حصے کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں قیروان کی طرف آگے روانہ کر دیا۔

جب آپ اوربس اور الزاب کے علاقے (موجودہ الجزائر میں بسکرہ کے قریب تہودہ/ Tahuda)

پہنچے، تو آپ کے ساتھ صرف تین سو (300) مجاہدین کی ایک مختصر علمی و عسکری حامیہ باقی رہ گئی تھی۔ دوسری طرف، بربر سردار کسیلہ بن لمزم (جس نے موقع غنیمت جان کر غداری کی تھی) اور رومی جنرلوں نے مل کر ایک بڑا اتحاد قائم کیا اور ہزاروں کے لشکر کے ساتھ تہودہ کے مقام پر حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کے اس مختصر گروہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ نے جب دشمن کی بے پناہ عددی برتری دیکھی، تو انہوں نے اپنے پرانے رفیق ابو المہاجر دینار رحمۃ اللہ علیہ (جو اس وقت بھی ساتھ تھے) سے فرمایا کہ وہ اپنی جان بچا کر نکل جائیں۔ لیکن ابو المہاجر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ شہادت کا جام نوش کرنے آئے ہیں۔ مجاہدین نے محسوس کر لیا کہ آج رب سے ملاقات کا دن ہے۔ عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھوڑے سے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے رفقاء کے ساتھ اپنی تلواروں کی میانیں توڑ ڈالیں جس کا مطلب تھا کہ اب جنگ شہادت تک لڑی جائے گی۔

64 ہجری (683ء) کے مبارک ایام میں، بسکرہ کے قریب تہودہ کے میدان میں تین سو تشنہ شہادت مجاہدین نے ہزاروں کے دشمن دین لشکر کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ اپنے کبار رفقاء اور ابو المہاجر دینار سمیت لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے۔

حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شہداء رفقاء کو تہودہ کے مقام پر ہی سپردِ خاک کیا گیا، جسے آج الجزائر میں "سیدی عقبہ" (Sidi Okba) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آپ کا مرقدِ مبارک اور جامع مسجد سیدی عقبہ آج بھی بلادِ مغرب میں مرجع خلائق اور زائرین کا مرکز ہے۔

اگرچہ معرکہ تہودہ میں عقبہ بن نافع ظاہری طور پر شہید ہو گئے، لیکن جو بیج انہوں نے افریقہ کی تپتی ریت میں بویا تھا، وہ ایک تناور درخت بن چکا تھا۔ بربر قبائل کے دلوں میں جو نورِ اسلام انہوں نے روشن کیا تھا، وہ رومیوں کے ہر حملے پر غالب آتا گیا۔ عقبہ ہی کے قائم کردہ بنیادوں پر بعد میں حسان بن النعمان اور موسیٰ بن نصیر جیسے فاتحین نے اندلس و یورپ تک اسلام کے پرچم لہرائے۔

حضرت عقبہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری محض تاریخ کا ایک باب نہیں، بلکہ ہر دور کے نوجوانوں کے لیے ایمان، محنت، قربانی اور مقصد سے سچی لگن کا وہ بہترین نمونہ ہے جو قیامت تک مجاہدین کے دلوں کو گرماتا رہے گا۔

أئمة العلم

ورثة الأنبياء ۲

فقیہِ اُمت حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ



مولانا عبدالستار معاویہ

استغناء وتوکل

سلیمان بن قتہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبید اللہ نے ایک ہزار دینار دے کر حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا، تو انہوں نے وہ رقم لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر ان کی اہلیہ نے کہا: اگر قاسم بن محمد (عمر بن عبید اللہ) کے چچا زاد بھائی ہیں تو میں ان کی پھوپھی زاد بہن ہوں، لہٰذا یہ رقم مجھے دے دیں۔ چنانچہ میں نے وہ رقم ان کی اہلیہ کو دے دی۔

آپ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ لوگوں کو اپنے والد سے اس صدقہ کے کسی معاملے میں بات کرتے ہوئے سنا جس کے وہ نگران تھے، تو میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! تم اس شخص سے بات کر رہے ہو جس نے اس صدقے سے کبھی ایک کھجور بھی حاصل نہیں کی۔ [ملخص و ماخوذ از سیر اعلام النبلاء وتھذیب التھذیب]

لباس وپوشاک

حماد بن زید حضرت ایوب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر سبز رنگ کی ریشم کی ٹوپی دیکھی اور وہ باریک اور عمدہ (سابری) چادر اوڑھے ہوئے تھے، جس کا کنارہ زعفران کے کچھ رنگ سے رنگا ہوا تھا۔

حضرت افلح بن حمید فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی کے نگینے پر اُن کا اور اُن کے والد کا نام (یعنی قاسم بن محمد) کندہ تھا، اور وہ انگوٹھی اور نگینہ دونوں چاندی کے تھے۔

حضرت حنظلہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں چاندی کا ایک چھلا دیکھا، جس پر ان کا نام لکھا ہوا تھا۔

حضرت سفیان بن حنظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی چاندی کی تھی، جو وہ اپنے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی (چھنگلی) میں پہنتے تھے۔

حضرت محمد بن ہلال بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، وہ اپنی مونچھوں کو بالکل ختم (صفایا) نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کی مناسب اور خوبصورت انداز میں تراش خراش کرتے تھے۔

بنی مازن کے آزاد کردہ غلام مختار بن سعد الاحول فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ناخن بالکل سفید دیکھے، میں نے ان پر کبھی مہندی یا زردی مائل رنگ نہیں دیکھا۔

حضرت افلح بن حُمید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی قمیض اور جبے کی آستینیں دیکھیں، جو ان کی انگلیوں سے چار انچ یا ایک بالشت یا اس کے قریب آگے تک لمبی تھیں۔

حضرت موسیٰ بن عبیدہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو خز (ریشم ملا جلا کپڑا) پہنے ہوئے دیکھا۔

حضرت خالد بن ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر سفید عمامہ دیکھا، جس کا شملہ انہوں نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ایک بالشت سے زیادہ لٹکایا ہوا تھا۔

حضرت داؤد بن سنان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آپ اپنے سر اور داڑھی (کے بالوں) کو مہندی لگایا کرتے تھے۔

آپ کا مقام و مرتبہ... اہل علم کی نظر میں

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے اس نوجوان (قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ) سے زیادہ ان سے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

ابن شوذب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے مدینہ منورہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جسے ہم حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ پر فضیلت دیتے ہوں۔

حضرت ایوب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

ابو الزناد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ سنت کا علم رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا اور اس وقت تک کسی شخص کو (کام کا) آدمی نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ وہ سنت نہ جانتا ہو۔ نیز میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ تیز فہم اور تیز ذہن کسی کو نہیں دیکھا۔

ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کو سب سے زیادہ جاننے والے تین افراد ہیں: حضرت قاسم، حضرت عروہ اور حضرت عمرہ رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت ابن عون فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم، ابن سیرین اور رجاء بن حیوہ رحمۃ اللہ علیہم حدیث کو اس کے لفظ بہ لفظ (حروف کے ساتھ) بیان کرتے تھے، جبکہ حضرت حسن بصری، ابراہیم نخعی اور شعبی رحمۃ اللہ علیہم حدیث کو مفہوم اور معنیٰ کے اعتبار سے بیان کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کمالاتِ علمی، اعلیٰ صلاحیتوں اور محاسن اخلاق کے اس قدر معترف تھے کہ فرمایا کرتے تھے:

''اگر خلافت کا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ بنا دیتا۔''

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کم حدیث بیان کرنے والے اور کم فتویٰ دینے والے تھے۔ جب کسی شخص سے آپ کا کسی معاملہ میں تنازع (جھگڑا) ہو جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے فرماتے:

''جس چیز کے بارے میں تم مجھ سے جھگڑنا چاہتے ہو، اسے لے لو اور اس پر میرا احسان بھی نہ مانو اور اگر وہ میرا حق ہے تو میں تمہیں اس سے معاف کرتا ہوں، وہ تمہارے لیے ہی ہے۔''

اقوال زریں

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث اور فقہ میں درجۂ کمال حاصل تھا لیکن طبیعت میں اس قدر انکسار تھا کہ اگر کسی مسئلے کا علم نہ ہوتا تو بلا تامل کہہ دیتے تھے کہ مجھے اس کے متعلق کوئی واقفیت نہیں ہے۔

حضرت یحییٰ بن سعید نقل کرتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''آدمی کا (کچھ مسائل سے) ناواقف ہو کر زندگی گزارنا (بشرطیکہ وہ ان تمام باتوں کو جانتا ہو جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کی ہیں) اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ وہ ایسی بات کہے جس کا اسے علم نہ ہو۔''

حضرت افلح بن حُمید فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا اختلاف لوگوں کے لیے رحمت تھا۔''

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے امراء میں سے ایک امیر حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور ان سے کسی چیز (مسئلے) کے بارے میں پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''انسان کی اپنی ذات کی عزت واحترام اسی میں ہے کہ وہ صرف وہی بات کہے جس کا اسے علم ہو۔''

وفات

حضرت سلیمان بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ''قدید'' نامی مقام پر ہوا۔ انہوں نے (وفات کے قریب) فرمایا:

''مجھے انہی کپڑوں میں کفن دینا جن میں میں نماز پڑھا کرتا تھا یعنی میری قمیض، تہبند اور چادر۔''

اُن کے بیٹے نے عرض کیا: ''ابا جان! کیا آپ دو نئے کپڑے (کفن کے لیے) نہیں چاہتے۔'' انہوں نے فرمایا:

''اے میرے بیٹے میرے دادا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسی طرح تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، اور زندہ انسان نئے کپڑوں کا مردے سے زیادہ حقدار اور محتاج ہے۔''

حضرت خالد بن ابوبکر فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر پر ان کی مدح وتعریف (یا قصیدہ گوئی) نہ کی جائے۔

حضرت محمد بن عمر (واقدی) فرماتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 108 ہجری میں اس حال میں ہوا کہ آپ کی بینائی چلی گئی تھی، اس وقت آپ کی عمر 70 یا 72 سال تھی۔

جنازہ وتدفین

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ''قدید'' نامی مقام پر ہوئی اور انہیں ''مشلل'' نامی جگہ پر دفنایا گیا، ان دونوں جگہوں کے درمیان تقریباً تین میل کا فاصلہ ہے۔ ان کے بیٹے نے جنازے کی چارپائی کو اپنے کندھے پر رکھا اور ''مشلل'' تک پیدل چل کر گئے۔

[ملخص وماخوذ از سیر اعلام النبلاء وتہذیب التہذیب]



کارگزاری شعبہ جات

شعبہ سیدنا مُصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لدعوۃ الایمان

گزشتہ دو ماہ اگست و ستمبر کی مجموعی اجتماعی کارگزاری:

* دورہ اضلاع: 66 * نمائندوں میں اضافہ: 4 * نومسلم نمائندے: 16 * کل نمائندے: 122 * تربیتی نشستیں: 49 * تربیتی نشستوں کے شرکاء: 369 * ہفتہ وار مشورے: 66 * ہفتہ وار مشوروں کے شرکاء: 380 * عمومی مجالس: 68 * عمومی مجالس کے شرکاء: 943,5 * نومسلم ملاقاتیں: 199 * عمومی ملاقاتیں: 589,1 * غیر مسلمین کو دعوت: 603 * کل ملاقاتیں: 370,2 * یونیورسٹیز میں نمائندگان تعداد 22 * دعوتی جماعتوں کا خروج: 56 * قبولِ اسلام: 21 * اب تک کل قبول اسلام تعداد: 336

فللّٰہ الحمد والفضل

الحمدللہ! ایک نومسلم پانچ بچوں کی والدہ، جو اسلام قبول کرنے کے بعد جان کے خطرے کے باعث تقریباً تین ماہ دارالامان میں مقیم رہیں اور وہاں کے ناموافق ماحول سے سخت پریشان تھیں، شعبہ کو اطلاع ملنے پر انہیں وہاں سے وصول کیا گیا اور رہائش، تعلیم و تربیت اور کفالت کا انتظام کیا گیا۔ تقریباً پانچ سے چھ ماہ شعبہ کے ذمہ دار ساتھی کے گھر قیام رہا اور قریبی مدرسے میں ان کی روزانہ دینی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام کیا گیا۔ الحمدللہ دیکھ بھال کے بعد مناسب رشتہ ملنے پر دو روز قبل ان کا نکاح و رخصتی بحسن و خوبی عمل میں آئی۔ شعبہ کی طرف سے بنیادی ضروریات کا سامان بھی عزت و احترام کے ساتھ دے کر رخصت کیا گیا۔

شعبہ المومنات

جماعت المومنات کی ضلعی تشکیلات کے سلسلے کی ایک مجلس آج مورخہ 3 اکتوبر بروز ہفتہ دار ارقم

للمومنات میں منعقد ہوئی۔ام المجاہدین حضرت شیخ حفظہ اللہ کی والدہ محترمہ نے اپنے دست مبارک سے منتظمات کی رومال پوشی کی اور ان کو مبارک باد دی۔الحمدللہ اس مبارک مجلس میں صوبہ سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 7 اضلاع کی تشکیلات کا نفاذ ہوا۔ان تشکیلات کے بعد ضلعی منتظمات کی کل تعداد 65 ہوگئی ہے۔الحمدللہ رب العالمین

کارگزاری 10 کلومیٹر دوڑ کا مقابلہ، دیر بالا

ملاکنڈ ڈویژن کے سطح پر 10 کلومیٹر رننگ کا مقابلہ دیر بالا میں پاکستان روڈ رنرز کے زیر انتظام منعقد ہوا۔جس میں سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینٹر کے 10 ساتھوں نے حصہ لیا۔ٹاپ 30 رنرز کو انعامات دیئے گئے۔الحمدللہ سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنٹر کے تمام دس کھلاڑی ٹاپ 20 رنرز کیٹگری میں آئے۔

گزشتہ ہفتے الحمدللہ 11 عصری اداروں میں تقریری مقابلے ہوئے۔108 مقررین نے حصہ لیا ۔شرکاء 1370۔پوزیشن ہولڈرز اور ادارے کے اساتذہ پرنسپل حضرات کو زاد شفاعت کتاب ہدیے میں دی گئی،تقریری مقابلوں کے علاوہ تیر اندازی کے سیشن بھی اداروں میں طے ہوئے۔ریجنل سطح کے تقریری مقابلے ان شاءاللہ اکتوبر کے آخر تک مکمل ہوجائیں گے۔ان شاءاللہ تعالیٰ

شعبہ مساجد و مدارس نورانیہ

الحمدللہ رب العالمین 21 اور 22 ربیع الثانی بروز اتوار و پیر ائمہ کرام کا تربیتی اجتماع مقرر ہوا،اجتماع کے دوران ائمہ کرام نے مختلف تربیتی،دعوتی اور جماعتی معمولات میں بھرپور شرکت کی۔اجتماع میں زیرِ بحث اہم موضوعات: تصحیح نیت، آدابِ مسجد اور مقاصدِ اجتماع کی حصولیابی۔تعارفِ جماعت اور مقاصدِ جماعت۔مساجد کی عظمت اور دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں معمولاتِ مساجد۔امام کے لیے نماز میں قرآنِ کریم کی تلاوت،تجوید اور لحن عربی کی اہمیت وضرورت۔تذکرۂ شہداءِ جیش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔کلمہ،نماز اور جہاد فی سبیل اللہ۔ دعوتِ ایمان کی ضرورت و اہمیت اور غیر مسلم کو کلمہ پڑھانے کا طریقہ۔ائمہ کرام کی معاشرتی ذمہ داریاں اور اوصاف۔امام صاحب کے لیے صبر و برداشت کی اہمیت۔اجتماعی و جماعتی اموال میں احتیاط کی ضرورت اور بے احتیاطی کے نقصانات۔ائمۂ کرام کے لیے نظریۂ جہاد اور نظریۂ جماعت کی ضرورت،نیز تحریکی و تربیتی ذمہ داریاں۔مساجد میں جہادی مشاغل کی اہمیت وضرورت۔

بقیہ صفحہ ۳۴ پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادعیہ نبویہ (صلوۃ اللہ علیٰ صاحبہا)

۱ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي

ترجمہ یا اللہ! مجھے ہدایت دیجئے اور مجھے درست اور سیدھا رکھئے۔ مسلم، رقم: 2725

۲ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْاَمْرِ وَالْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَأَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَأَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِيْمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَأَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

ترجمہ یا اللہ! میں آپ سے صحیح کاموں میں ثابت قدمی اور مضبوط صحیح راہ کا سوال کرتا ہوں اور آپ سے آپ کی رحمتوں کو واجب کرنے والی چیزیں اور آپ کی مغفرت کو ضروری بنا دینے والے اسباب مانگتا ہوں اور آپ سے آپ کی نعمتوں پر شکر کی توفیق اور حسن عبادت طلب کرتا ہوں اور آپ سے قلب سلیم اور سچی زبان کا سوال کرتا ہوں اور آپ سے وہ بھلائیاں طلب کرتا ہوں جو آپ کے علم میں ہیں اور ان برائیوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں جو آپ کے علم میں ہیں اور آپ سے ان باتوں پر مغفرت طلب کرتا ہوں جو آپ کے علم میں ہیں، بے شک آپ غیبوں کے خوب جاننے والے ہیں۔ الطبرانی فی الکبیر، رقم: 7135

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے شداد! جب تم دیکھو کہ لوگوں نے سونا چاندی جمع کرلیا ہے تو تم ان کلمات کو جمع کرو۔

مدینہ منورہ کی مبارک وادی "العقیق" کے مناظر

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا (فرشتہ) آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز ادا فرمائیے۔ (بخاری)

